جلد ۱۰۹ — اگست ۱۹۸۸ء — عدد ۶

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور

رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم

از۔ اُمّ فاروق

- کتاب جو ایمانی جذبات کو اُبھارتی ہے۔
- کتاب جو حیات طیبہ کو خواتین کی نظر سے دیکھتی ہے۔
- کتاب جو حضورؐ کی شخصیت کو مختلف زاویوں سے پیش کرتی ہے۔
- کتاب جو رسولِ اکرمؐ کی دعوت، خطابت، شفقت، عدالت، معاشرت، معیشت، معمولات اور ارشادات کا تذکرہ کرتی ہے۔
- کتاب جو لاجواب، بے مثال اور مقدس جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔

ضخامت	سائز	قیمت
۲۴۰ صفحات	۳۶×۲۳ / ۱۶	ڈیلکس ۳۵/- پیپر بیک ۲۵/-

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار لاہور

ترجمان القرآن لاہور

فہرست مضامین

جلد ۱۰۹ | اگست ۱۹۸۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ | عدد ۶

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

رابطہ کے لیے: ادارہ ترجمان القرآن، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

فون نمبر ——— ۳۲۴۴۶۸

زرِ سالانہ تیس روپے - فی پرچہ ۳/- روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروقی ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

آج جبکہ ۳۰ ذیقعدہ ہے، میں صبح صبح یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں۔ میرے سامنے اپنے ہاں کے کیلنڈر کے مطابق یکم ذی الحجہ کی مبارک سحر تصور میں جگمگا رہی ہے ۸ سے حج کی لمبی دینی عبادت کا آغاز ہوتا ہے اور ۵ دن کی عابدانہ اور مجاہدانہ سرگرمیوں کے بعد ۱۲ کو ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی کیمپ لائف ہوتی ہے، جس میں بار بار کی نقل و حرکت کے ساتھ اذکار و عبادات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

دنیا میں انسانی آزمائش کے بہت بڑے وجوہ دو ہیں، جن میں سے ایک دنیا پرستی اور دولت پرستی ہے جو تکاثر و تفاخر کے ایسے طوفان اٹھاتی ہے کہ بڑے بڑے اہلِ تقویٰ کے لیے دستارِ فضیلت کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔

قرآن اور حدیث میں دولت اور دنیا (یعنی دولتِ دنیا اور لذائذ دنیا) کے بارے میں جو کچھ وارد ہے اس سب کو پڑھیں اور اس پر خوب غور کریں۔ اکثر لوگ جواز کی راہیں نکلتی دیکھتے ہیں مگر ان کے ساتھ جو پابندیاں اور مطالبات ہیں انہیں یا تو نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان کا کم سے کم اثر بطور شرط لازم کے قبول کرتے ہیں۔ دولت کا وفور ہو یا دنیا گھیرے میں لیے ہوئے اور آدمی پھر ایمان و تقویٰ کے تقاضے پورے کرلے جائے، ایسی مثالیں تاریخ میں بھی، دینی حلقوں میں بھی کم ملتی ہیں، کجا کہ آج کے دورِ مادہ پرستی میں جس نے دنیا کے خلاف بغاوت کرنے والے سچے خدا پرستوں کو بھی مادیت کے ٹھوس اور محدود شکنجے سے کس رکھا ہے۔

حج کی عبادت بہرحال ایسے مالدار اصحاب پر فرض ہے جو لواحقین کے حقوق ادا کرتے ہوئے سفر کے مصارف بھی اٹھا سکیں۔ آج کل اس درجہ کے بہت سے اصحاب بھی متوسط الحال یا ذرا اونچے

درجے کے غریب ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ چونکہ تکاثر و تفاخر یا بہ الفاظ دیگر دنیا کے جھمیلوں میں اُلجھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لیے ان کی رُوحوں کو نتھارنے اور نکھارنے کے لیے ان کو اُن کے ماحول سے الگ کرانے کے لیے ایک طرح کی ہجرت کرا دی جاتی ہے اور معمول کی سہولتوں کے بجائے کیمپ لائف کی مشکلات سے انہیں دوچار کر دیا جاتا ہے۔

اب یہ نیک لوگ اگر شعور و ایمان کے ساتھ تفاخر و تکاثر کے سیلابی دھارے سے آزاد ہو کر چند ساعتیں بلکہ چند دن لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے گذاریں، یہ اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کی آوازوں سے فضا کو بھر دیں، اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ جیسے مبارک کلمات سے منیٰ میں تسلسل گونج پیدا کر دیں۔ یہ اگر اس حکم کے آگے سر جھکا دیں کہ لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ، یہ اگر قربانی کے لیے خرچ کریں، سائلین اور ضرورت مندوں کو صدقات سے نوازیں تو ان کی پوری شخصیت بدل سکتی ہے۔

لیکن اگر ایمان و شعور میں کمی ہو تو پھر نہ صرف حج میں بدگوئی اور قتل اور فساد کے حادثات رُونما ہوتے ہیں جو دو تین سال سے ساری دُنیائے اسلام میں وجہ اضطراب بنے ہوئے ہیں، بلکہ ہمارے نہایت ہی پیارے حاجیوں کی خاصی بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے کہ جو دولت پرستی اور تکاثر و تفاخر کی دوڑ واپس آ کر عین اسی نقطے سے از سرِ نو شروع کر دیتی ہے، جہاں وہ چھوڑ گئے ہوتے ہیں۔ یعنی شطرنجِ دنیا کے مہرے جہاں جن خانوں میں چھوڑے تھے، واپس آ کر وہیں سے ان کو حرکت دینا شروع کر دیا۔

جن دُنیوی جھگڑوں میں پہلے مبتلا تھے، حج سے آ کر پھر اُنہی میں جُت گئے، جو مقدمہ بازیاں پہلے تھیں (قطع نظر اس سے کہ بنیاد سچائی تھی یا خرابی) وہی اب پھر جاری ہو گئیں۔ حتیٰ کہ کاروبار، لین دین، دفتری زندگی کا جو نقشہ پہلے تھا۔ وہ جوں کا توں بحال ہو گیا۔ زندگی کی رونقیں کسی پہلو سے بتا ہی نہیں دیتیں کہ جس کے دم قدم سے یہ ہیں وہ حج جیسی لمبی عبادت ذکر و صلوٰۃ کے ساتھ ہجرت و جہاد اور قربانی سے گزر آیا ہے اور شیطان کو علامتی کنکر مار کر اپنی نفرت کا اظہار کر آیا ہے کہ اب میں تجھے قریب نہ پھٹکنے دوں گا۔ اسراف ہے تو وہی، مردم بیزاری ہے تو وہی، گھر میں بے پردگی ہے تو

وہی، موسیقی کی تانیں اُٹھتی ہیں تو اُسی طرح، ٹیلی وژن پر پریاں تھرکتی ہیں تو پہلے ہی کی طرح، سرمایہ سُود پر لگتا تھا تو وہ اب بھی لگتا ہے، جو آمدنی حرام کی کہیں سے ہو رہی تھی وہ اب بھی ہوتی ہے، مزدوروں یا ملازموں کے اداے حقوق میں جو گڑبڑ پہلے تھی وہی اب بھی ہے۔ افسروں سے سانٹھ گانٹھ حسبِ معمول ہے، بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ حج کے بعد حاجی صاحب کے ہاں بہت برکت آگئی ہے۔

تو اے محترم حاجی صاحبان! جو ہمارے اس پرچے کی اشاعت تک فریضے سے فارغ ہو کر وطن کا رُخ کر رہے ہوں گے، خدا کے لیے حج کی برکتوں اور سعادتوں کو اور روضۂ نبویؐ کی زیارت کے فیضان کو وہیں جزیرۃ العرب میں نہ چھوڑ آیئے اور یہ نہ سمجھیے کہ احرام اُترا تو ساتھ ہی حج کا خلعت بھی اُتارنا ضروری ہے۔ اور پھر یہاں آکر اپنے آپ کو دُنیا کے جھمیلوں، دولت پرستی اور نمائشِ دولت اور اسراف دولت اور تکاثر و تفاخر سے بچایئے۔ تب حج کی سعادتیں آپ کی زندگی میں نہایت حسین و جمیل کونپلیں چھوڑیں گی۔ پھر آپ کو آخرت میں جاکر اصل نتیجہ کا پتہ چلے گا۔

خدا ہمارے تمام حاجی بھائیوں کو حج کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ ان میں دولت اور دُنیا کی آزمائش کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کرے۔

---

(۲)

محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے اور اس کی پہلی تاریخ ہی دوسرے خلیفۂ رسولؐ حضرت عمر فاروقؓ کی مظلومانہ شہادت کے خون سے لتھڑی ہوئی ہے۔ یکم محرم[۱] کو حضرت عمر فاروقؓ کو جس غدار اور

---

[۱] روایت اسماعیل بن محمد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز بُدھ ہوا۔ اور زخمی حالت میں اُمت کے بہت سے معاملات کو طے کرنے کے بعد وفات پاکر یکم محرم ۲۴ھ کو تدفین ہوئی۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۳۶۵۔ قتادہ کی روایت کی رُو سے بُدھ کو زخمی ہوئے اور جمعرات کو وفات ہوئی۔ (حوالہ سابق۔ ص ۳۶۴) مگر ہماری رائے میں جو اُمور اُنہوں نے وفات سے پہلے انجام دیئے ہیں، جن کا ریکارڈ تاریخ میں ہے، وہ اتنے قلیل وقت میں ہو نہیں سکتے۔

سازشی قوت نے نشانۂ ظلم بنایا، وہی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا خون چاٹتی، اپنا آخری شکار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بناتی ہے۔

میں یہاں کوئی قصہ بیان نہیں کروں گا۔ مرثیہ گوئی مطلوب نہیں۔ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کی مظلومانہ قربانیاں حق کی راہ میں اتنی ہیں کہ ساری عمر رونے دھونے گزر جائے اور کوئی دوسرا کام نہ ہونے پائے بلکہ وہی پیغام ضائع ہو جائے جس کے لیے قربانیاں دی جاتی رہیں۔

مختصراً میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نفسِ انسانی کے بگاڑ کے بہت ہی بڑے ذرائع دو ہیں: ایک بے قید دولت و صرفِ دولت اور دوسرے غیر محدود (یا مطلق العنان) اقتدار یا اقتدار۔ ساری تاریخ میں آپ یہ عبرت ناک منظر دیکھیں گے کہ انہی دو چیزوں یا ان میں سے کسی ایک نے ہمیشہ تباہی کا سامان کیا اور بعد والوں نے ایسے تجربات سے سبق لینے کے بجائے پھر وہی تجربہ دہرایا اور ایسے ہی نتائج پائے، تمام علوم اور تمام عقلیں اور ادب اور فنون اور عام قسم کی مذہبی و اخلاقی تعلیمات نہ دولت کو لگام دے سکیں اور نہ اقتدار کو نکیل ڈال سکیں۔ بعض اقوام نے ایک پہلو سے ناقص سے تجربات پر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا، مگر دوسرا پہلو قابو سے باہر رہا۔ نتیجہ یہ کہ پہلے معاشرے میں اور پھر دنیا بھر میں فساد کے پھیلنے کا باعث بنا۔ جن صورتوں پر وقتی طور پر اطمینان ہوتا بھی ہے، ان کے بارے میں تغیر کا کوئی دوسرا ریلا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

پوری تاریخ معلوم میں واحد مثال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ آپؐ نے دولت اور اقتدار، دونوں کو خدائی قانون اور اخلاقی حدود کا پابند کر دیا۔ اور بار بار امت کو انتباہ دیا کہ ایک تو جب کبھی تم میں دولت عام ہو گی اور تنافس بڑھے گا اور تم شان و شوکت کی طرف راغب ہو گے تو تم عقوبتوں کا شکار ہو جاؤ گے، دوسرے تمہارے اندر جب خدا کی حاکمیت اور اس کے قانون کی پابندی سے آزاد ہو کر حکم چلانے والے نمودار ہوں گے تو پھر طرح طرح کے فتنوں کا سلسلہ اٹھے گا۔ یہ میں بہت سی پیشنگوئیوں کا ملخص عرض کر رہا ہوں۔

یہ بھی دنیا میں لاجواب مثال ہے کہ ایک تہائی صدی تک کا لمبا عرصہ ملتِ اسلامیہ نے ایسا گزارا کہ جس میں اقتدار تو اس حد تک قابو میں رہا کہ حکمرانی کرنے والے خلفاء نمونۂ نبوت کے مطابق درویش بن کر جیے، انہوں نے عوام کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھے، انہوں نے اپنے خلاف تنقید کے

دروازے چوپٹ کھول دیئے، نیز کسی بھی قسم کے حالات میں دین کی سربلندی کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی بہبود اور اس کی مصیبتوں کے ازالے پر توجہ صرف کی۔ غرضیکہ اس سیاسی کام کو عبادت بنادیا۔ اور دولت کی قدر و قیمت انہوں نے اتنی گرائی کہ پل میں دس دس ہزار دینار غریبوں پر صرف کر دیتے تھے۔[1]

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ۔

اس دور کے بعد اقتدار اور دولت دونوں نے حدود و قیود کو ختم کر دیا اور مختصر سے مفاد یافتہ طبقے کے لیے یہ بلائیں سامانِ عیش و تنعم بن گئیں اور عوام طرح طرح کے مظالم و مصائب کا شکار ہونے لگے۔ یہی وہ تبدیلی تھی جو یزید کے دور میں بھرپور طریقے سے اُبھر کے آ گئی۔

بے قید اقتدار اور بے قید دولت دنیا کے اس چڑھتے ہوئے طوفان کو امام حسینؓ نے روکنا چاہا اور وہ اپنی اور چند ساتھیوں کی لاشوں کی دیوار بنا کر بھی روک نہ سکے۔

---

[1] اس کی مثالیں صحابہ کرامؓ میں کثرت سے ملتی ہیں۔ مگر ہم یہاں ایک صاحب مال حضرت عبداللہ بن عوفؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ دو بار چالیس چالیس ہزار دینار تحریک کے لیے وقف کیے۔ جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ پیش کیے۔ سورۂ برأت کے نزول کے موقع پر چار ہزار درہم پیش کیے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے بڑا غل سنا۔ کسی سے پوچھا کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف تجارتی مہم سے لوٹے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن (اپنی دولت کی وجہ سے) جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے۔ خبر پہنچی تو جناب عبدالرحمٰن نے پورا قافلہ تجارت، سامان، اونٹ، پلان، رسیاں، نقدی سب کچھ اسی وقت راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ خود حضرت عائشہؓ کا جذبۂ انفاق دیکھیے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے اسی وقت غربا میں تقسیم کر دیئے۔ خادمہ نے کہا کہ اچھا ہوتا کہ آپ افطار کے لیے کچھ گوشت خرید لیتیں۔ فرمایا "تم نے پہلے یاد دلایا ہوتا"۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ۷۰ ہزار کی رقم آئی جو انہوں نے راوی (عروہؓ) کے سامنے کھڑے کھڑے راہ خدا میں دے دی اور دوپٹہ جھاڑ دیا۔

یہ ہے دولت کے خطرے سے بچنے کا راستہ۔ ہے کوئی مثال آج ایسی!

یہ انتشار بھی اور یہ دولت آج بھی ہماری زندگیوں پر سوار ہے اور آج بھی ہم اذیتوں سے گذر رہے ہیں اور آج بھی اس کا کوئی علاج کتاب وسنّت کے اس نظام کے علاوہ نہیں ہے جس نے انتشار بھی اور دولتِ دُنیا دونوں کو لگام اور اگاڑی پچھاڑی سے قابو کیا تھا۔

بدقسمتی سے یہ دونوں بلائیں، کتاب وسنت میں بھی تاویلیں کرکے راستے بناتی ہیں، لوگوں کو خریدتی ہیں، استعمال کرتی ہیں، عہدوں کے طمطراق سے مرعوب کرتی ہیں اور ہر اختلاف اور تنقید کو کچلتی ہیں اور ہر کمزور وجود کا رس نچوڑتی ہیں۔

تو اے برادرانِ ملت!

کیا آپ اپنے اندر خلفائے راشدینؓ اور حضرت عائشہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ والا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے اقتدار، درویشی کا روپ اختیار کر گیا اور دولتِ دُنیا کا وقار اتنا کم ہوا کہ وہ پیروں تلے روندی گئی۔

کیا آپ اس حالت کو بدلنے اور دَورِ رحمت وسعادت اور دَورِ خلافت کی حالت کو بحال کرنے کے لیے امام حسینؓ کا سا جذبہ بے تاب پیدا کر سکتے ہیں اور اسے بستی بستی، بچے بچے میں اتنا پھیلا سکتے ہیں کہ وہ ایک مقدس لہر بن کے اُٹھے اور آج یزیدیتوں کے ہر روپ کو بہالے جائے؟

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات واحادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات واحادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں۔ (ادارہ)

حکمتِ سیّد مودودیؒ

جماعتِ اسلامی کا مقصد اور طریقِ کار

"اب میں جو بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعتِ اسلامی جس غرض کے لیے قائم ہوئی ہے وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عملاً پوری طرح سے پوری زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اس کے سوا اس جماعت کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ جو شخص بھی اس جماعت سے وابستہ ہے، خواہ رکن کی حیثیت سے وابستہ ہو، یا متفق کی حیثیت سے یا کارکن کی حیثیت سے، اُسے اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کا اصل مقصد دینِ حق کو پوری طرح سے خدا کی زمین پر قائم کرنا ہے۔ سیاسی کام بھی اگر ہم کرتے ہیں تو سیاسی اغراض کے لیے نہیں کرتے، اقتدار حاصل کرنے کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اس غرض کے لیے کرتے ہیں کہ ان رکاوٹوں کو دُور کیا جائے جو دینِ حق کے قیام میں مانع ہو رہی ہیں اور جمہوری ذرائع سے مُلک کے اندر اسلامی انقلاب ہموار نے کا راستہ ہموار کیا جائے۔"

"اصل بات یہ ہے کہ اسلامی انقلاب اس وقت تک مضبوط جڑوں سے قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگوں کے خیالات تبدیل نہ کر دیئے جائیں، جب تک کہ لوگوں کے افکار، لوگوں کے اخلاق، اور لوگوں کی عادات کو تبدیل نہ کر دیا جائے۔ اگر کسی قسم کے تشدد کے ساتھ یا کسی قسم کی سازشوں کے ساتھ، یا کسی قسم کی دھوکے بازیوں کے ساتھ اور جھوٹ اور اسی طرح کی مہم کے ساتھ انتخابات جیت بھی لیے جائیں یا کسی طریقے سے انقلاب برپا کر دیا جائے تو چاہے یہ انقلاب کتنی دیر تک رہے یہ اس طرح

اُکھڑ جاتا ہے جیسے اس کی کوئی جڑ ہی نہ ہو۔"

"جن لوگوں نے ناجائز ذرائع سے انتخابات جیت کر بظاہر جمہوری طریقے سے اقتدار پر قبضہ کیا ہے، اور در حقیقت غیر جمہوری طریقے سے اقتدار پر قبضہ کیا ہے، ان کی بھی کوئی جڑ نہیں ہے، ان میں سے کوئی دو آدمی ایسے نہیں ہیں جو ایک دوسرے کے مخلص ہوں۔ ان کو اغراض نے ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا ہے، اغراض ہی ان کو ایک دوسرے سے پھاڑتی ہیں۔ اغراض ہی نے ان کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے۔ کوئی نظام بھی جس کے یہ قائل ہوں، نافذ نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ یہ کہیں کہ اسلام ہمارا مذہب ہے، خواہ یہ کہیں کہ سوشلزم ہمارا نظام ہے، خواہ وہ یہ کہیں کہ سائنٹیفک سوشلزم ہمارا نظام ہے، خواہ وہ یہ کہیں کہ اسلامی سوشلزم ہمارا نظام ہے۔ ان میں سے کسی نظام کو بھی در حقیقت وہ نافذ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی ہے اور کوئی بات ان سے بن نہیں رہی ہے۔ انہوں نے ملک پر قبضہ تو کر لیا ہے لیکن قبضہ کو برقرار رکھنے کے لیے ذہن تو تیار نہیں کیا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے لوگوں کے افکار، لوگوں کی عادات، لوگوں کے خصائل، لوگوں کی سیرت، لوگوں کے اخلاق اور ان کی اقدار کو تبدیل نہیں کیا ہے۔"

"جماعتِ اسلامی اس قسم کا تجربہ نہیں کرنا چاہتی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ چاہے سو برس لگ جائیں لیکن قوم کے ذہن کو تبدیل کیا جائے، اس کی سیرت کو تبدیل کیا جائے، اس کے اخلاق کو تبدیل کیا جائے، اس کے سوچنے کے انداز کو تبدیل کیا جائے اور اس کو اس حد تک تیار کیا جائے کہ وہ اسلامی نظام کا بوجھ سہار سکے اور اسلامی نظام کو چلانے کے قابل ہو سکے۔"

"اب دوسرا کام جو آپ کے سامنے ہے اور بہت بڑا کام ہے، وہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے خیالات کو تبدیل کیا جائے، عام لوگوں کے اندر اسلامی فکر اور اسلامی نظام کے بنیادی تصورات کو بٹھایا جائے اور لوگوں کے اندر اخلاقی انقلاب برپا کیا جائے۔" (۱۹۷۲ء کے اجتماع عام بمقام منصورہ میں مولانا مودودیؒ کی تقریر۔)

(ادارہ)

عورت کے چہرے کا پردہ

جناب محمد رفیق چوہدری صاحب

عورت کے پردے سے متعلق اکثر لوگ یہ غلط مبحث کرتے ہیں کہ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے الگ الگ احکام ہیں۔ عورت کا ستر یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اپنا پورا جسم چھپائے گی، جس کا کوئی حصہ بھی وہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور کے سامنے کھول نہیں سکتی۔ ستر کا یہ پردہ ان افراد سے ہے جن کو شریعت نے "محرم" قرار دیا ہے اور ان محرم افراد کی پوری تفصیل قرآن مجید کی سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں موجود ہے۔ اور ان میں عورت کا باپ، اس کا بیٹا، اس کا بھائی، اس کا بھانجا اور اس کا بھتیجا وغیرہم شامل ہیں۔ ان محرم افراد سے عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے۔ البتہ ان کے سامنے عورت اپنے سر اور سینے کو اوڑھنی یا دوپٹہ وغیرہ سے ڈھانپے گی۔ ستر کے تمام احکام سورۂ نور میں بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیلات ہمیں احادیثِ نبوی میں مل جاتی ہیں۔ گھر کے اندر عورت کے لیے پردے کی یہی صورت ہے۔

مگر عورت کا حجاب اس کے ستر سے بالکل مختلف ہے اور یہ وہ پردہ ہے جب عورت گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلتی ہے۔ اس صورت میں شریعت کے وہ احکام ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے کے متعلق ہیں۔ حجاب کے یہ احکام قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں بیان ہوئے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت جلباب یعنی بڑی چادر (یا برقع) اوڑھے گی تاکہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور چہرے پر بھی چادر (یا برقع) کا ایک پلّو ڈالے گی۔ اب وہ صرف اپنی آنکھ کھلی رکھ سکتی ہے، باقی پورا جسم چھپائے گی یہ چہرے پر نقاب کا حکم ہے۔ اجنبی مردوں سے عورت کا یہ وہ

پردہ ہے جسے حجاب کہا جاتا ہے اُردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا بھی کہتے ہیں۔

اِس وضاحت کے بعد اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کے چہرے کا پردہ محض ایک رسم ہے جو "ملاؤں" نے ایجاد کر لی ہے یا یہ بھی قرآن مجید کا حکم ہے کہ مسلمان عورت اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کا پردہ کرے گی؟ اس سوال کا جواب ہمیں سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں مل جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

"اے نبیؐ، اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ان کو کوئی نہ ستائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

سب سے پہلے اس آیت کے اصل الفاظ پر غور کیجیے۔ اس میں یُدْنِیْنَ کا لفظ آیا ہے، جس کا مصدر اِدْنَاءٌ ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی "قریب کرنے" اور "لپیٹ لینے" کے ہیں۔ مگر جب اس کے ساتھ عَلٰی کا صلہ آجائے تو پھر اس میں ارخاء کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ "اُوپر سے لٹکا لینا"۔ دوسرا اہم لفظ جَلَابِیْبِھِنَّ ہے۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی، جس کے معنی ردا، یعنی "بڑی چادر" کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مِن کا حرف آیا ہے جو یہاں تبعیض ہی کے لیے ہو سکتا ہے۔ یعنی چادر کا ایک حصّہ۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ لیں اور ان کا ایک حصّہ یا ان کا پلّو اپنے اُوپر لٹکا لیا کریں۔ اُردو میں اسے گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے۔ اِدْنَاءٌ عَلٰی کے الفاظ کا استعمال عربی زبان میں اسی مفہوم کے لیے ہے۔ جب کسی عورت کے چہرے پر سے کپڑا سرک جائے تو اُسے دوبارہ چہرے پر لٹکا لینے کے لیے عربی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ:

أَدْنِي ثَوْبَكِ عَلَىٰ وَجْهِكِ

اپنا کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لو۔

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے چہرے کے پردے کا یہ حکم اجنبی مردوں سے متعلق ہے تو یہ مفہوم لینے کا واضح قرینہ اسی آیت کے ان الفاظ میں موجود ہے کہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ یعنی جب عورتیں اپنے چہرے کا پردہ کریں گی تو اجنبی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شریف زادیاں ہیں۔ اس طرح کسی بد باطن کو یہ جرأت نہ ہو گی کہ وہ ان کو چھیڑے یا ستائے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح پہچاننے کی اور چھیڑنے ستانے کی صورت گھر سے باہر کے ماحول ہی میں پیش آسکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ بڑی چادر لینے کی ضرورت بھی گھر سے باہر ہی ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ کام کاج کی وجہ سے عموماً گھر میں عورتیں بڑی چادریں نہیں اوڑھ سکتیں۔ اور تیسرے یہ کہ گھر کے اندر عورت کے پردے کے بارے میں الگ سے حکم موجود ہے، جو سورۂ نور کی آیت ۳۱ میں اس طرح آیا ہے کہ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ گویا گھر کے اندر عورت کو چادر پہننے کی ضرورت نہیں، صرف اوڑھنی کافی ہو سکتی ہے۔ اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو بڑی چادر لے کر نکلے گی، جس کا ایک حصہ اپنے چہرے پر بھی ڈال لے گی۔

اُمّتِ مُسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسرین نے سورۂ احزاب کی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اُسے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ:

> امر الله نساء المؤمنين اذا خرجن من بيوتهن فى حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة۔
>
> اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اُوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپا لیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

۲ ــ ابن جریر اور ابن المنذر کی روایت ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ السلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا (یہ حضرت عبیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں فقہ اور قضا میں قاضی شریح کے ہم پلہ مانا جاتا تھا) انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔

حضرت قتادہ اور سُدّی نے بھی اس آیت کے قریب قریب ہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

۳ ــ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "جامع البیان جلد ۲۲، صفحہ ۳۲ پر اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ: "شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھر سے نہ نکلیں کہ اُن کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں، بلکہ انہیں چاہیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے۔

۴ ــ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

فامر اللہ الحرائر بالتجلیب ...... المراد یعرفن انھن لا یزنین لان من تستر وجھھا مع انہ لیس بعورۃ لا یطمع فیھا انھا تکشف عورتھا فیعرفن انھن مستورات لا یمکن طلب الزنا منھن۔

اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر اوڑھنے کا حکم دیا ہے ...... اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی، حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہو گی۔ اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں، ان سے زنا کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

(التفسیر کبیر جلد ۶، ص ۵۹۱)

۵ ــ علامہ زمخشری جو کہ مشہور نحوی مفسر ہیں اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

یرخینها علیهن ویغطین بها وجوهن واعطافهن
وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور
اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیا کریں۔ (الکشاف جلد ۲، ص ۲۲۱)

۶۔ علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۲ ص ۳۲ پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"عورتیں اپنے اوپر چادر کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ اس طرح عورتوں کو سر اور چہرہ ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

۷۔ مشہور حنفی مفسر ابوبکر جصاص اپنی تفسیر احکام القرآن جلد ۳ ص ۴۵۸ پر اسی آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

قال ابوبکر فی هذه الایة دلالة ان المرءة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبین واظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع اهل الریب فیهن۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں"۔

۸۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر "تفسیر نسفی" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

و معنی یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔ یرخینهن علیهن ویغطین بها وجوهن واعطافهن۔

اور آیت کے الفاظ یدنین علیهن من جلابیبهن کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس طرح اپنے چہروں اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں۔

(تفسیر نسفی جلد ۳ ص ۳۱۳)

۹ــ مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت نے بصراحت چہرہ کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے اس مضمون کی مکمل تائید ہو گئی جو اوپر حجاب کی پہلی آیت کے ذیل میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں، مگر بوجہ خوفِ فتنہ کے ان کا چھپانا بھی ضروری ہے، صرف مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں"۔

(معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۳۴)

۱۰ــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے اس آیت کے تحت اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" میں لکھا ہے کہ:۔

" اللہ تعالیٰ صرف چادر لپیٹ کر زینت چھپانے ہی کا حکم نہیں دے رہا ہے، بلکہ یہ بھی فرما رہا ہے کہ عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں۔ کوئی معقول آدمی اس ارشاد کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگھٹ ڈالنا ہے تاکہ جسم و لباس کی زینت چھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے"۔

(تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۱۳۱)

۱۱ــ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" قرآن نے اس جلباب سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں بھی زحمت نہ آئے"۔ یہی جلباب ہے جو آج بھی دیہات میں شریف بوڑھی عورتیں لیتی ہیں، جس نے بڑھ کر برقعے کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(تدبر القرآن، جلد ۶، ص ۲۶۹)

۱۲ــ پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" جلد ۴، ص ۹۵ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواج مطہرات، اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان

عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔"

حضراتِ مفسرین نے سورۂ احزاب کی اسی زیرِ بحث آیت ۵۹ میں چہرے کے پردے کا حکم سمجھا ہے اور چہرے کا یہ پردہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے پیشِ نظر زنا اور زنا کے مقدمات و محرکات کی پیش بندی اور روک تھام ہے۔ اور یہ حقیقت ہر شخص پر عیاں ہے کہ ایک جوان عورت کا چہرہ ہی سب سے زیادہ جاذبِ نگاہ اور صنفی محرک ہوتا ہے، بالخصوص جب اُسے غازہ و رنگ سے بھی خوب مزین کر دیا جائے۔ فقط چہرہ دیکھ لینے ہی سے عورت کے حسن و جمال کا اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ اور بغیر چہرہ دیکھے اس کے حسن و جمال کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اسلام محرکاتِ زنا کو ایک ایک کر کے اُن کی ممانعت کرتا ہے۔ وہ نامحرم عورت کو دیکھنے پر پابندی لگاتا ہے اور غضِ بصر کا حکم دیتا ہے۔ وہ مرد اور عورت کو تنہائی میں یک جا ہونے سے روکتا ہے۔ وہ عورت کو کسی غیر مرد سے بات کرتے وقت لگاوٹ کا لہجہ اختیار کرنے سے منع کرتا ہے۔ جو اس کی آواز کا پردہ چاہتا ہے کہ عورت نماز میں امام کو اس کی غلطی پر ٹوکنے کے لیے سبحان اللہ تک نہ کہے۔ عورت اپنی کوئی زینت بھی غیر مرد کو نہ دکھائے۔ وہ اسلام یہ کیسے چاہے گا کہ چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑے دروازے کو چوپٹ کھلا چھوڑ دیا جائے اور نسوانی حسن و جمال کے مرکز چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہ دے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ حکیم سے، احادیث سے، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے نظائر سے اور فقہ سے عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہے۔ البتہ خاص حالات اور مجبوری کی صورت میں عارضی طور پر یہ پابندی اُٹھ بھی سکتی ہے کیونکہ اسلام کوئی جامد اور غیر عقلی مذہب نہیں ہے۔ ہنگامی اور جنگی صورتِ حال میں، حج کے مناسک ادا کرتے وقت اور علاج معالجے کی صورت میں اور زیادہ بوڑھی عورت کے لیے چہرے کے پردے میں رخصت دی گئی ہے مگر اصل حکم جو عام ہے اور سب کے لیے ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ اب یہ مسلمان عورتوں کا کام ہے

(باقی بر صفحہ ۲۹)

سندھ ہائی کورٹ کا طلاق کے متعلق ایک فیصلہ[1]

ترجمہ: جناب آسی ضیائی صاحب

سندھ ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے کہا ہے کہ اس قانونی صورتِ حال کے باوجود کہ مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس ۱۹۶۱ء دیگر ہر قانون یا قانونی حیثیت رکھنے والے رواج سے بالاتر ہے، ملکی دستور کے تحت اسے بہر حال اس حد تک رہنا ہو گا کہ اس کے منافی نہ ہو یا اس کے کسی تقاضے سے متصادم نہ ہو۔

بلاشبہ اس آرڈی ننس کو زیر دفعہ ۸ (۳) (ب) یہ تحفظ حاصل ہے کہ اس پر دستور کی دفعہ ۸ (۱) و (۲) کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اور دستور کی دفعہ ۲ الف کی شق ۶ بھی اس کی تائید میں لائی جا سکتی ہے اور نہ اسے اس بنیاد پر چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ یہ دستور میں گنائے ہوئے اور ضمانت رکھنے والے بنیادی حقوق میں سے کسی حق کو توڑتا ہے۔ تاہم اسے دستور کی کسی دفعہ، خاص کر قراردادِ مقاصد (باستثنا اس کی شق ۶ کے) کے اصول و مندرجات کے تحت، جو دفعہ ۲ (الف) کے ذریعہ دستور کا حصۂ متن بنا دی گئی ہے، کوئی عدالت، ٹریبونل یا کسی رائج قانون نافذ کرنے کا اختیار یا ہدایت رکھنے والی ہیئت حاکمہ، دستور کی دفعہ ۲۶۸ کے تحت پابند ہے کہ اس کی تعبیر ان تمام ترمیمات سمیت کرے جس سے وہ دستور کے تقاضوں کے مطابق بن سکے۔

[1] عنوان اور فیصلہ کے ترجمہ کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ نیک نیتی سے یہ ترجمہ دی یونیورسل میسیج کراچی کے شائع کردہ متن سے کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے یہ فیصلہ ۱۷ جنوری کو مسماۃ طاہرہ بیگم کے خلاف مرزا قمر رضا کی درخواست پر دیا۔ عدالت کی ہدایت پر ڈپٹی اٹارنی جنرل مسٹر امام علی قاضی اور مسٹر خالد ایم اسحاق بطور مددگار عدالت پیش ہوئے۔

مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے اپنے فیصلے میں لکھا۔ "چنانچہ خود دستور کی دفعہ ۸ (۳) (ب) کے تحت مہیا کردہ تحفظ کے ماسوا مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس کے مندرجات کسی طرح مامون نہیں رہتے۔ اور اس آرڈی ننس کے کسی حکم کو چیلنج کیا جا سکتا ہے اگر وہ دستور کی دفعہ ۲۔الف کے تقاضوں سے متصادم ہو، باستثنا اس (دفعہ) کی شق ۲ کے جس کا تعلق بنیادی حقوق سے ہے۔

اب جب کہ دستور کی دفعہ ۲۔الف کی رو سے قرارداد مقاصد کو نافذ العمل بنا دیا گیا ہے تو اللہ کی حاکمیت اور قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ دستور کی رو سے خود بخود تسلیم شدہ ٹھیرتا ہے۔

اس حکم کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ دفعہ ۲۔الف سے ماقبل دفعہ ۲ اسلام کو پاکستان کا سرکاری دین قرار دیتی ہے۔ اور اس سے بھی پہلے دستور کا دیباچہ جس میں قراردادِ مقاصد شامل ہے، اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاکستان میں رائج تمام قوانین پہلے تو دستور کے مطابق بنائے جائیں اور اس کے بعد خود دستور اور ایسے تمام قوانین قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھے جائیں، اگر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ فی الواقع قائم ہو اور قرآن و سنت کا قانون فی الواقع سب پر بالا ہو۔

فیصلے میں کہا گیا ہے کہ اس طرح نتیجہ یہ ہوگا کہ جن قوانین کو بظاہر دفعہ ۸ مذکور کا تحفظ حاصل ہے وہ اگرچہ دستور کی آزمائش پر تو پورے اترتے ہیں، پھر بھی ایسے تمام قوانین کو ایک آزمائش سے اور گزرنا پڑے گا یعنی قرآن مجید اور سنت کے موافق ہونا۔

ایسی صورت میں کہ ایسی کسی مامون قانون سازی کا کوئی حکم قرآن مجید اور سنت کے معارض پایا گیا تو اس نتیجے پر پہنچ کر پاکستانی عدالتیں اس حکم کو نظر انداز کرنے اور اسے بالائے طاق رکھ دینے کی پابند ہوں گی۔ کیوں کہ وہ اللہ رب العٰلمین کے بالاتر قانون کے موافق نہیں۔ اس نتیجے پر پہنچنے کا مزید جواز اس امر سے ملتا ہے کہ دفعہ ۲۔الف زمانے کے اعتبار سے بعد کا اضافہ ہے بہ نسبت اس تحفظ کے جو دفعہ ۸ نے فراہم کیا ہے۔

اب مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس کو لیجیے، قانون کے مُسَلّمات میں سے یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے کہ دستور ملک کی بنیاد اور اعلیٰ ترین قانون ہے، اور تمام قوانین اس کے تابع ہیں — پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسا قانون ہو جو دستور سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو کسی متعین معاملے پر منطبق ہوتے ہوئے اُسے قانونِ اعلیٰ یعنی دستوری حکم کے آگے سپر انداز ہو جانا پڑے گا۔

فیصلے میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ مُسلم عائلی قوانین کی دفعہ ۷ کو بالخصوص دستور کی دفعہ ۲۔الف (قرارداد مقاصد سے ملا کر پڑھے جانے پر) کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مفصل وجوہ کی بنا پر، جو آگے آتے ہیں، یہ دفعہ ان حدود کو توڑتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے عاید فرمائی ہیں، جو قرارداد مقاصد کے افتتاحی پیراگراف میں مذکور ہیں، اور یہ اسی قرارداد کی دفعات ۲ اور ۳ سے متصادم ہے اس طرح کہ یہ قرآن و سنت کے قائم کردہ سماجی انصاف کے اُصولوں کو توڑتی ہے، اور مسلمانوں کو ان کی زندگیاں قرآن و سنت کے طے کردہ اسلامی تقاضوں اور تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے ناقابل بنا دیتی ہے۔

یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ خاندانی رشتوں کو قرآن کریم خصوصی مقام اور توجہ دیتا ہے، اور اس موضوع پر قرآن مجید میں جتنے احکام ملتے ہیں اتنے کسی اور موضوع پر نہیں ملتے، وجہ ظاہر ہے — خاندان انسانی معاشرت کا اساسی ادارہ اور اس کی ترقی کا سنگِ بنیاد ہے۔ پس طلاق کو مؤثر بنانے کا انحصار چیئرمین کے نوٹس کی وصولی پر ہونا قرآن و سنت کے احکام کے خلاف ہے۔

فیصلہ آگے چل کر کہتا ہے کہ محض نوٹس کا وصول نہ ہونا طلاق کو غیر مؤثر یا کالعدم نہیں کر سکتا۔ نیز طلاق کے وقوع کو نوٹس وصول ہونے کی تاریخ سے ۹۰ دن تک معلق رکھنا بھی قرآن مجید اور سنت کے احکام کے خلاف ہے۔

طلاق اگر ویسے قرآن و سنت کے تحت درست ہو تو منہ سے ادا ہوتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔ عدالت اس آرڈی ننس کی دفعہ ۷ کے احکام کی تعبیر مندرجہ بالا ترمیمات کے ساتھ کرے گی تاکہ اس قانون کے مذکورہ حکم کا اطلاق دستور کے مطابق ہو سکے اور دستور کی دفعہ ۲۔الف کے تقاضے کے مطابق قرآن و سنت میں مندرج اسلامی احکام کے موافق ہو کر اس کا نفاذ ہو سکے۔

(باقی برصفحہ ۷۴)

روسی نظام میں ٹوٹ پھوٹ

نعیم صدیقی

مجاہدینِ افغانستان کی قربانیوں نے پوری عالمی تاریخ کو متاثر کر دیا ہے اور سوویٹ یونین کی تو دیگ کا "تھلّا ہی ہلا دیا اے"۔ (پنجابی کا ترجمہ: دیگ کو تہ تک ہلا دیا ہے۔) روس کو اپنی فوجی قوت کی کمزوریوں کا پتہ چلا اور پھر گورباچوف نے جو نگاہ ذرا اوپر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ روس کا سوویٹ نظام بیرتبت جنگلہ در جنگلہ ایک ایسا قفس ہے جسے بدلنا آسان نہیں اور جس میں ایک سے زیادہ قوتیں ایک دوسرے کی گھات لگائے بیٹھی ہیں۔ وہ تو خوش قسمتی سے ایک لمحۂ اعصاب شکن افغانیوں کی مہربانی سے روسیوں اور ان کے محکموں اور افسروں اور کمیونسٹ پارٹی پر ایسا چھایا ہے کہ گورباچوف کو تھوڑا سا چھید کر کے ردّ و بدل کرنے کا کچھ موقع مل گیا ہے۔

روس میں مظاہرات

تبدیلی کرنے میں مدد دینے والی ایک اور چیز مؤثر ہو گئی۔ وہ روس جس میں چڑیا پَر نہیں مار سکتی تھی، اور کبوتر غٹرغوں نہیں کر سکتے تھے، وہاں ہر طرف مظاہرات کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔ یہ جرأتِ اظہار بھی روسی پبلک کو افغانستانی مجاہدین کا عطیہ ہے۔

مظاہرات ایک تو وہ ہیں جو روس کے اثر میں آتے ہوئے مغربی ملکوں میں اُٹھ رہے ہیں۔ مگر ہم یہاں صرف ان کا ذکر کریں گے جو خود روس کی اپنی سرزمین پر U.S.S.R کی جابرانہ حکومت کے تحت رُونما ہوئے ہیں۔

ماسکو میں ہونے والی اسپیشل پارٹی کانفرنس کے سلسلے میں ہزارہا سوویٹ باشندے سڑکوں

پر نکل آئے۔ یہ اپنی دیرینہ اُمنگوں کے اظہار کے ساتھ معاشی جابروں کی مذمت اور مزید جمہوریت کا مطالبہ کر رہے تھے

بالٹک اسٹیٹس۔ ایک لاکھ ایسٹونیوں نے ماسکو کانفرنس کے ڈیلی گیٹس کو الوداع کرتے ہوئے ان سے اپیل کی کہ وہ ماسکو سے اپنے ساتھ آزادی کو واپس لے کے آئیں۔

لتھوانیا کے ۶۰ ہزار افراد نے دارالحکومت کے مظاہروں میں حصہ لیا جو ری پبلک کے لیے زیادہ اقتصادی حق حاصل کرنے کے لیے تھے۔ نیز لتھوانی زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

لٹویا میں جو بالٹک کی سب سے زیادہ چھپ چھپاتی ریاست ہے، ریگا کے مقام پر ۵۰ ہزار مظاہرہ نے ان لکڑ ین شہریوں کی تقریب منائی جن کو اسٹالن نے جون ۱۹۴۱ء میں انبوہ در انبوہ علاقہ بدر کر دیا تھا۔ اس موقع پر زمانہ قدیم کے آزاد لٹویا کا جھنڈا لہرا گیا۔ نیز ماسکو سے مزید اقتصادی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔

آرمینیائی لوگوں نے کئی روز سے جلسوں اور مظاہروں کا پروگرام شروع کر رکھا تھا۔ جون ۱۸، ۱۹ کو تشدد کا الزام لگایا گیا۔ ۱۲ اموات ہوئیں[1]

بحیرۂ اسود کے کنارے ۵ ہزار تاتاریوں نے ہڑتال کر دی۔ وہ کرائمیا کے آبائی وطن کا مطالبہ کر رہے تھے، جہاں سے ۱۹۴۴ء میں اسٹالین نے ان کے آباؤ اجداد کو نکال باہر کیا اور کرائمیا کو رُوس کی خود مختار ری پبلک بنا دیا۔ ان لوگوں کے ہم وطن و ہم نسل ماسکو میں بھی مظاہرات کر رہے تھے۔ ۱۸، ۱۹ جون کو پولیس نے ۵ تاتاریوں کو گرفتار کیا جو پارٹی کانفرنس میں اپنا مطالبہ پیش کرنا چاہتے تھے۔

۱۵۰ تاتاریوں نے ماسکو سٹی ہال کے سامنے مظاہرہ کیا۔ پولیس نے انہیں روکا اور ۳۰ رنگیں افراد

---

[1] تو لکھتے وقت مورخہ ۱۲ رجولائی کی تازہ اطلاع ہے کہ جمہوریہ آرمینیا کے دارالحکومت میں لاکھوں افراد نے جمع ہو کر ایک بہت بڑا مظاہرہ کیا، حالانکہ شہر میں روسی فوجی دستے تعینات کیے گئے تھے۔

کو گرفتار کر لیا۔ اس سے قبل تاشقند میں پولیس والوں نے ۲۰ ہزار تاتاریوں کے ایک مظاہرے کو منتشر کیا

مشرقِ بعید کے روسی جزیرہ SAKHALIN ISLAND پر YZHNO-SAKHALINSK میں دو بڑے مظاہرے ہوئے۔ مگر ان کا ہدف گورباچوف والی کانفرنس کے لیے غیر موزوں ڈیلیگیٹ چننے کا معاملہ تھا۔

شہر OMSK میں ۲۹ مئی کو تقریباً ۸ ہزار افراد کے ہجوم نے ماسکو والی بڑی کانفرنس کے ڈیلیگیٹوں کو غیر جمہوری طریق سے منتخب کرنے کے خلاف مظاہرہ کیا۔

KUYLESHEV میں دس ہزار افراد نے مظاہرہ کیا اور ۶ ہزار نے ڈیلیگیٹوں کے انتخاب میں زیادہ جمہوری طریقہ اختیار کرنے کے مطالبے پر دستخط کیے۔

ماسکو میں کثیر جماعتی سسٹم کے حامیوں میں سے ۱۱ جون کو ۶ افراد گرفتار کیے گیے۔ ۲۸ جون کو سات مزید پکڑے گئے۔ جون ۲۵ کو ۱۴۰۰ افراد نے مظاہرہ کیا (جس میں آندرے سخاروف نے بھی شرکت کی) — یہاں بھی مطالبہ یہ تھا کہ مزید جمہوریت دی جائے اور دوسرے یہ کہ اسٹالین کے مظالم کا شکار ہونے والوں کی یادگار تعمیر کی جائے۔

جبریت کا آغازِ شکست مظاہرات کے اس طوفان کا جائزہ لینے سے آپ یہ اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں کہ آمریت و جبریت اور ظلم و استبداد، اور اندھی قسم کی اجتماعیت اور اذیتیں سہنے والوں کو "آہ" کرنے کی اجازت نہ دینے والا سیاسی و قانونی ماحول انسانی فطرت سے کس بری طرح متصادم ہے -- آدھی صدی تک کروڑوں لوگوں کو جن خیالات و احساسات کے محو کرنے کے لیے ظلم کی چکی میں پیسا گیا۔ ان میں ہر ایک اپنی بنیادی اور قدیم روایت و اقدار کا جھنڈا آج بھی بلند کر رہا ہے۔

نسل والوں کو اپنی نسل کی اہمیت یاد ہے، فرد کے اندر حقوق کی پیاس موجود ہے، ہجرتی ترکِ وطن کرنے والے اپنے سیاسی وطنوں میں لوٹنا چاہتے ہیں، کسان کھیت سے زیادہ قریبی رشتہ یگانگت چاہتا ہے۔ اہلِ مذہب کے گرد جو جبری الحاد و دہریت کا دھواں ڈیزل آئل کا سا دھواں برسوں سے پھیلا ہوا ہے اور جس میں عقیدے اور جذبے سانس بھی نہیں لے سکتے، ان کی مذہب کے لیے مخفی کشش اور ان کا سینہ بہ سینہ ذوقِ روحانیت، سب سے نئی نئی کونپلیں نکل رہی ہیں۔ مذہبی

اداروں کی رونقیں بڑھ رہی ہیں، لفریبیں منانے کا رجحان پہلے سے زیادہ ترقی پر ہے۔ خدا پرستی کے اخفا کے لیے جو خوف کا پردہ کام کر رہا تھا وہ چاک چاک ہو رہا ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ انسانی فطرت کو کئی سال تک کچلنے کا جو شدید رویہ اختیار کیا گیا ہے اس کا ماحصل درحقیقت صفر ہے۔ پیچھے پلٹ کر سارا سفر از سرِ نو طے کرنا ہوگا۔

عقل پرستوں اور مادہ پرستوں کے لیے بڑا دردناک سبق ہے۔

نئی تبدیلی کا سرسری جائزہ | قارئین کرام! فطرتِ انسانی کے دبے ہوئے تقاضوں کا یہ دباؤ اور انسانی انتہاپسندیوں کا یہ ردِعمل جسے جہادِ افغانستان نے بڑھا دیا ہے، آج روس میں ایک اہم سیاسی و اقتصادی تبدیلی کا ذریعہ بن رہا ہے۔

ہر چند کہ تبدیلی کا موجودہ محاذ اپنے اصل مقام سے بہت پیچھے ہٹ کر ہے، مگر یہ تبدیلی ایسی ہے کہ اس میں ایک دروازہ کھلنے کے بعد، دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کھلتا چلا جاتا ہے۔

سوشلزم کے بے جا بندھنوں کو کاٹ ڈالنے کا کام بہت پہلے چین نے کر لیا تھا جس پر روس والے ترمیم پسندی کے طعنے دیا کرتے تھے۔ اور اس ترمیم پسندی نے اب اپنے قدم اور بھی آگے بڑھا دیے ہیں۔ اب خود روس میں بھی ایک بڑی ترمیم (بلکہ توڑ پھوڑ) شروع ہو رہی ہے۔ پورے عالمی ماحول کا دباؤ بھی کام کر رہا ہے۔ اب ذرا اعلان شدہ نقشۂ تغیر کا سرسری ذکر۔

پہلی بڑی بات یہ ہے کہ اب ایک طرح کی صدارتی جمہوریت (ناقص سی) ہوگی جس کو چلانے کے لیے ۵ ہزار قومی ڈیلی گیٹس پر مشتمل ایک کانگریس وجود میں آئے گی۔ اور دو ایوانوں کے لیے ۱۵۰۰ ارکان کا انتخاب ہوگا اور ۷۵۰ ارکان خاص خاص اداروں اور تنظیموں کی طرف سے شامل ہوں گے۔ کانگریس ایک صدر کو چنے گی جو ۵ سال تک رہے گا۔ (زیادہ سے زیادہ ایک بار دوبارہ انتخاب میں آسکتا ہے۔) اس صدر کو داخلی، خارجی اور دفاعی تمام امور اور پالیسیوں پر پورے اختیارات ہوں گے۔ صدر فرانس کی طرح وزیراعظم مقرر کرے گا۔ اس مرکزی صدارتی نظام کا انعکاس صوبوں میں بھی ہوگا۔ فرد کو اس کے حقوق حاصل ہوں گے۔ کمیونسٹ پارٹی کو اس کی بیوروکریسی کے آرڈروں کے ذریعے تسلط حاصل نہیں رہے گا، بلکہ یہ آرڈروں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ پریس کو آزادی ہوگی کسانوں کو کھیت مہیا کیے جائیں گے، جن میں وہ مالکانہ جذبے سے کام کر سکیں گے۔

اسٹالین ازم کی اندھی جبریت دوسری بڑی بات یہ کہ اسٹالین ازم نے اندھی جبریت سے کام لے کر ملک کو صنعتی بنانے کے لیے انتہا پسندانہ پالیسی اختیار کی اور پانچ سالہ منصوبہ بنایا جس کی وجہ سے بے شمار تباہی مچی - اس قسم کی اندھی نظریہ پرستی اور قدامت پرستی پر تعمیری اغراض کے لیے ملک کی بنیاد کو کھڑا کرنے کا امکان معماران نو کو تسلیم نہیں -

ضمناً یہاں بتا دیا جائے کہ اسٹالین کا اقدام گویا ایک نیا روسی انقلاب تھا جو ۱۹۱۷ء کے مقابلے میں بہت ہمہ گیر تھا - اس کی بھرپور چوٹ کسانوں پر پڑی - یہاں ذرا دہشت گردی کے اس دورِ مظالم کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے - ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ گھروں کو زبردستی حکومتی کھیت بندیوں اور کمیونز میں جذب کر دیا گیا - مزاحمت کرنے والوں کے لیے فوج میدان میں آگئی - گروہ کے گروہ پکڑے گئے اور گولیوں سے اڑا دیئے گئے - یا جبری نظر بندی کے بیگار کیمپوں کی تاریکیوں میں دھکیل دیئے گئے - یوکرین میں قحط پڑا اور اس سال میں بھی ظالم حکومت نے غلّے کی برآمد جاری رکھی - مقامی لوگ، خصوصاً بچے بلک بلک کر مر رہے تھے - اس مرحلے میں ایک کروڑ کسان ہلاکت کا نشانہ بن گئے -

بعد ازاں اس شخص نے بحیثیت سیکرٹری جنرل پارٹی، کمیونسٹ پارٹی کے ان ممبران کو نشانہ بنایا جو اسے کامیاب بنانے میں حصہ دار تھے، اس نے اہم لوگوں کو قتل کرایا - جنگی کونسل کے ۸۰ میں سے ۷۰ ارکان، فوج کے ۵ میں سے ۳ مارشل، ۲۰ فیصد جرنیل، ۳۰ ہزار افسر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے - ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد لینن نے جو انتہائی معتمد افراد پر مشتمل کابینہ بنائی تھی، اس میں سے خود اسٹالین کے سوا کوئی نہ بچا - عمل تطہیر (۱۹۲۰-۳۰ء) میں ۱۱ میں سے ۹ وزراء کا خاتمہ، پارٹی کی مرکزی تنظیم کے ۵۳ میں سے ۴۳ ارکان کو گولی سے مار اگیا - روس کا

لہ ذرا یہ بھی خیال رہے کہ پیرا و دا کا اجرا کرنے والا یہ شخص جولائی ۱۹۰۳ء سے مارچ ۱۹۱۷ء تک سائبیریا میں جلا وطن رہا (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا - پندرھواں ایڈیشن، جلد ۲۸، ص ۱۹۷) - اس کے متعلق لینن نے موت سے پہلے سیاسی ہدایت نامہ لکھ کر چھوڑا جس کی اشاعت بھی ہوئی - اس کا مقصد یہ تھا کہ اسٹالین کو سیکرٹری جنرل کی پوسٹ سے ہٹا دیا جائے - یہ تباہ کن ہے (حوالہ ماسبق)

مسودۂ دستور تیار کرنے والے ۳۷ معروف اشتراکیوں میں سے ۱۵ کا خاتمہ[1]

متذکرہ عملِ تطہیر کے کچھ اور اعداد و شمار:

- بڑے پادری اور رؤسا	۳۱	- دوسرے اہلِ کلیسا	۱۵۶۰
- جج وکلا مجسٹریٹ	۳۴۵۸۵	- امرا و رؤسا	۹۰۸۹۰
- فوجی افسر	۵۶۳۴۰	- مزدور اور محنت کش	۱۹۶۰۰۰
- کسان اور کاشتکار	۸۹۵۰۰۰	- سپاہی اور ملاح	۲۶۸۰۰۰

مولانا مودودیؒ نے روسی تباہی کے حاصل مطالعہ کو اس عنوان کے تحت سمیٹا ہے کہ "اشتراکیت کا میزانیۂ نفع و نقصان"۔ اعداد و شمار کا خلاصہ ملاحظہ ہو جس کا تعلق صرف اسٹالین کے دور سے نہیں بلکہ لینن کا زمانہ بھی شامل ہے۔

ہلاکت	۱۹ لاکھ افراد
مختلف سزائیں	۲۰ لاکھ افراد
ملک چھوڑنے والے	۴۰/۵۰ لاکھ افراد[2]

مظالم کا ردِّعمل اتنے بڑے پیمانے کے مظالم ایک ایسے نظریہ و نظام کے لیے کر ڈالے گئے جس کی صداقت روز بروز مشتبہ ہوتی گئی اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس میں اتنی تبدیلی کر دی جائے جتنی کے لیے حالات سازگار ہیں۔ ظاہر ہے کہ نئے نیم جمہوری اور ایک جماعتی نظام کا ظہور "پارٹی" کے اقتدارِ کامل کے لیے ایک ضرب ہے۔ اور پارٹی کے لیے روس کا خود مختار جاسوسی نظام اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے اور حسبِ ضرورت قتل مقاتلہ اور دوسرے جرائم کرتا رہتا ہے۔ ان حالات میں اگر گورباچوف کی مجوزہ تبدیلی بھی کامیاب ہو جائے تو آگے کے لیے راستہ کھل سکتا ہے۔

---

[1] حوالہ کے لیے: WHAT HAPPENS TO COMMUNISTS (ED 53) BY: MICHAEL PADYE & A SHORT HISTORY OF U.S.S.R.

[2] مولانا مودودیؒ - اسلام اور جدید معاشی نظریات - طبع اول دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۶۷، ۶۸-

گورباچوف صاحب اپنی مجوزہ تبدیلی کو ڈھانچے کی تشکیلِ نو (RESTRUCTURING) قرار دیتے ہیں۔ یعنی سوشلزم صحیح سلامت ہے، بس بیرونی ڈھانچہ بدلا جا رہا ہے۔ لیکن اس پہ (ZBIGNIEW BRZEZINSKI) کا تبصرہ خوب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم سٹالین کی اجتماعی جبریت کو تو چھوڑ کر نکل آئے۔ لیکن بات تو جب بنے گی جب لینن کے یک جماعتی نظام کے قفس کو بھی توڑ ڈالو۔ گویا یہ تبدیلی فی الحال ادھوری تبدیلی ہے۔

لمحۂ فکریہ قارئین کرام ہم نے ایک خشک موضوع کے متعلق نہایت تھوڑا سا بوجھل مواد آپ کے سامنے ایک خاص مقصد سے لکھا ہے۔ مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ انسانی تاریخ ایسے بڑے بڑے حادثات سے بھری پڑی ہے کہ انسانوں نے خود اپنے ہی کسی مفروضے یا من گھڑت فلسفے کی بنیاد پر ایک سیاسی وقانونی اور معاشی نظام کھڑا کر دیا۔ پھر ایسے باطل نظام کے نفاذ و اجراء کے لیے بے تحاشا خوں ریزیاں اور جبر کیشیاں کی گئیں۔ سب انسانیت کی بھلائی کا نام لے کے سوچا جاتا تھا اور انقلاب اٹھائے جاتے اور بادشاہتیں چلائی جاتیں، اسی کو زخموں سے چور چور کر دیا گیا۔

کیا روس میں اور باہر کے روس پرستوں میں اس حقیقت کو سوچنے والا کوئی نہیں ہے کہ آخر ۷۰ سال کی نعرہ بازی، ستر سال کی خوں ریزی، ستر سال کی انسان آزاری، ستر سال کی فلسفہ طرازی اور ستر سال کی اس ادب نگاری کی کیا قدر و قیمت جس نے انسان کو تباہی کے سوا کچھ نہ دیا۔

ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ کسی شخص نے جس چیز کو چاہا حق و صداقت قرار دے کر اسے انسانوں پہ ٹھونس دیا، کہیں کسی مجلس نے جمع ہو کر اکثریت سے فیصلہ کر دیا اور وہ فیصلہ بغیر اس کے مسلط ہو گیا کہ کتنے دل مجروح ہوں گے اور کتنے مفاد تباہ ہوں گے اور کیا اخلاقی اثرات پیدا ہوں گے اور کیسے کیسے دور رس نتائج ابھریں گے۔

انسانوں پہ اس طرح کے تجربے کرتے رہنا جیسے ہر نو ایجاد دوا کے لیے بندروں، خرگوشوں، چوہوں اور ربنڈکوں پہ کیے جاتے ہیں، اور پھر ہر تجربے کا مرورِ ایام کے ساتھ باطل قرار پانا اور اس کے لیے دی جانے والی قربانیوں اور اس کے لیے کیے جانے والے مظالم کا لایعنی حیثیت اختیار کر جانا کتنا دردناک عمل ہے جو روز ہمارے سامنے بھی ہو رہا ہے اور ہمارے پیچھے کی اقوام میں بھی

ہوتا رہا ہے۔[1]

ہمارا پیغام انسانوں کے ایجاد کردہ انہی باطل ادیان، غلط فلسفوں اور مہلک نظریوں کی زد سے انسانیت کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے نظامِ عقاید و عبادات کے ساتھ ایک نظامِ سیاست و معیشت اور نظامِ قانون و عدل اور ضابطہ جنگ و صلح بھی اُصولی طور پر طے کر دیا کہ ان اُصولوں کے فریم کے اندر وقت کی ضروریات کے مطابق کچھ جزئی فرق و اختلاف کی گنجائش ہے۔

سو ہمارا پیغام گورباچوف اور روس اور ساری دُنیا کے علاوہ خود اہل پاکستان کے لیے بھی یہی ہے کہ خدا کے بذریعہ وحی نازل کردہ فکر، نظام اور قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو، صرف اسی طریق سے فلاح و سعادت پاؤ گے، ورنہ انسانوں کے خود ساختہ باطل نظریے اور من گھڑت قوانین اور طاغوتی نظریات و مذاہب تمہیں ہمیشہ عذابوں اور تباہیوں سے گذارتے رہیں گے۔

بازبہ خویشتن نگر اگست کا مہینہ اس یاد دہانی کے لیے بہت اچھا موقع فراہم کرتا ہے، کیونکہ اسی مہینے میں ہم کو آزادی ملی تھی اور ہم نے آزادی اور آزاد خطے کا حصول اسی خواہش اور وعدے پر چاہا تھا کہ اگر ہمیں موقع مل جائے تو اپنے دین اور نظامِ تہذیب کا احیا کر کے دُنیا بھر کے لیے ایک مینارۂ نُور کھڑا کر دیں۔

اسی کے لیے قربانیاں دی گئیں، اِسی مقصد کو سامنے رکھ کر لوگوں نے جانوں، مالوں اور عزتوں کی بربادی کو گوارا کیا۔

آج وقت ہے کہ گریبانوں میں منہ ڈالیں، اپنے ضمیروں کی آواز سُنیں، اور اب تک کی کوتاہیوں پر شرمسار ہوں اور ان کی جو دردناک سزائیں مل رہی ہیں اور جو قوتیں عذاب بن کے منہ پھاڑے کھڑی

---

[1] یہ عبرت ناک واقعہ بھی توجہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں رُوسی حملہ آور فوج نے اپنے جان دینے والے خاص افسروں کی جو یادگاریں تعمیر کی تھیں، ان کی تخریب اب وہ اپنے ہی ہاتھوں سے کر کے جا رہے ہیں۔ کیونکہ بعد میں جو گت اُن کی بنے گی، اس کا موقع نہ آئے۔

کھڑی ہیں۔ ان کے مقابلے میں خدا کی پناہ مانگیں اور پھر کمربستہ ہو جائیں اس پر کہ پہلے ہم اپنی انفرادی اور گھریلو زندگی میں اسلام کو نافذ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم ایسی کوششوں میں شریک ہوتے ہیں جو ملک بھر میں دینِ حق اور نظامِ اسلام کو کارفرما کرنے کے لیے کی جا رہی ہیں۔

یہ کام اگر ہم کر سکے تو یہی حقیقی آزادی ہوگی۔

تعقل پرستی بخلاف اسلام	اگست — اور یوم آزادی — اور اقامتِ نظامِ اسلامی —

یہ سامنے موضوعات یوں بھی سامنے ہیں اور یہ خطرناک نقشۂ احوال بھی نگاہوں میں ہے کہ مغرب کے فکری و ثقافتی غلام دانشوروں نے تعقل پرستی کے خم سے کی مہریں توڑ کر ساغر و مینا بھر لیے اور اب وہ اس سرمایۂ جمال و لطافت کو چاروں طرف اچھال رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے صفحوں اور اسکرینوں پر انہی کے میخانے کھلے ہیں۔ عقل پرستی ہمیشہ خواہشات پرستوں کا نقاب ہوتی ہے وہ شریعتِ اسلامی کے تصور سے تو خواب میں بھی یوں چونک اٹھتے ہوں گے کہ ہائے ہماری پیاری دلچسپیاں اور تفریحیں اور لذتیں اب کدھر جائیں گی۔ بعض لوگوں کو تو کوڑے مارنے کی سزا وحشیانہ معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ ہم جیل کے مناظر کے آشنا لوگ جانتے ہیں کہ ایسے متعدد موقعے تو ہمارے سامنے گذرے کہ اولادِ آدم پر محض جیل کے معمولی قواعد توڑنے یا کسی افسر کی خوشنودی سے محروم ہونے کے نتیجے میں تیس تیس جان لیوا کوڑے کھانے پڑے اور پھر کئی کئی دن ہسپتالوں میں علاج ہوتا رہا۔ انگریزی دور کی قائم شدہ اس روایت کے خلاف تو کبھی آپ پر ویسی کپکپی طاری نہ ہوئی جیسی زنا جیسے گھناؤنے اور گندے اور ذلیل جرم پر آپ کو محسوس ہوتی ہے[1]۔ آپ یک دم اٹھتے ہیں اور قرآن، نبی اکرمؐ کی شریعت کی صف سے نکل کر زنا کے مجرم کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کچھ یوں لگتا ہے جیسے انہیں اپنے آپ سے اس جرم کا کوئی تعلقِ خاص محسوس ہوتا ہے۔

---

[1] زیادہ سے زیادہ ایک اصلاحی صورت علماء یہ سوچ سکتے ہیں کہ ایسی سزائیں جیل کی چار دیواری ہی میں دی جائیں۔ اور وہاں "طائفۃ من المومنین" کی موجودگی کی شرط کو جیل کی آبادی کے علاوہ باہر سے پاس پر لائے جانے والے ۲۵، ۵۰ یا ۱۰۰ افراد کو اندر لا کر بٹھایا جائے۔

کچھ لوگ گواہی کے معاملہ میں قرآن پر پھبتی کسیں گے کہ عورت آدھی ہو گی۔عورت پوری ہے، فرق اس کی ڈیوٹی اور ذمہ داری میں آتا ہے۔ایسی فضول گوئی سے شریعت کا استہزا کر کے آپ اگر عام عقلی نظام و قانون کو قوم پر مسلط کریں تو اس کے انتہائی تلخ نتائج بھگتنے ہوں گے، مگر ۵۰، ۶۰ سال کی اذیتوں سے گذرنے کے بعد احساس ہو گا کہ کچھ غلطی ہو گئی۔مگر آپ کی معبود عقل آپ کو پھر بھی شریعت کی طرف جانے سے روک کر کسی نئے تجربے کی طرف دھکیل دے گی۔اسی طریقے سے ساری تاریخ میں قومیں اور معاشرے خراب ہوتے رہے ہیں۔

ہماری ہر صاحبِ ایمان سے درخواست ہے کہ وہ عقل سے کام ضرور لے مگر عقل پرستی سے نکلے جو سیکولرازم اور لبرلزم کا درس دیتی ہے۔اور جو خدا اور رسولؐ کے دین اور اسلامی قانون و شریعت کا مذاق اڑاتی ہے۔

تمام دینی جماعتیں اور اسلام سے قلبی وابستگی رکھنے والے افراد دینیت پسند عقل کے خلاف پیغامِ حق کو لے کے اٹھیں اور شریعتِ اسلامی کا جھنڈا بلند کریں۔

تب ہماری حقیقی آزادی کا آغاز ہو گا اور تب اگست کے یوم آزادی کا حق ادا ہو گا۔

(بقیہ عورت کے چہرے کا پردہ)

کہ وہ دینِ اسلام کے ایک حکم کی پیروی کرتے ہوئے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کریں یا پھر اسلام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرب کی اندھی تقلید کرتی پھریں اور جو چاہے کریں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اس کی جواب دہ ہوں گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

شکر

نعیم صدیقی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں "شکر" کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اسی لیے حضورؐ پاک نے فرمایا:

اَلشُّکْرُ نِصْفُ الْاِیْمَان

درحقیقت شکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شعور اور ان کی قدر کا احساس اور ان کے حاصل ہونے پر ان کا جواب دل اور زبان اور تمام زندگی سے دینے کا جذبہ ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اس طرح گھرا ہوا اور لدا پھندا ہے کہ اس کے لیے شکر کا رویہ اختیار کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں۔ دوسرا راستہ کفران اور انکارِ نعمت کا ہے۔

خدا نے انسان کو زندگی دی، زندگی اعلیٰ ترین درجے کی دی، بہترین جسم دیا۔ تیز دماغ دیا، رزق اور ضروریاتِ زندگی دیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ایمان جیسا نور عطا کیا اور ہدایت کا صراطِ مستقیم واضح کیا۔ دوسری چیزوں میں بیوی بچے، خاندان، مکان، جائیداد، عزت، شہرت، طرح طرح کی صلاحیتیں اور قسم قسم کی کامیابیاں سب کچھ اپنی جگہ۔ انسانی زندگی اور ایمانی زندگی بہت بڑی نعمت ہے۔ باقی جو کچھ پیش آتا ہے اس میں تکلیفوں اور غموں کا پلڑا خدا کی عنایات کے مقابلے میں کم وزن ہوتا ہے۔ لہٰذا سخت سے سخت مراحل میں بھی صبر کے ساتھ شکر کرنا واجب ہے۔

قرآن مجید سے روشنی لیں تو شکر کے متعلق ہمیں یہ رہنمائی ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ -

یعنی اگر تم شکر کا رویہ اختیار کرو گے تو ہم اپنی مہربانیوں میں اور اضافہ کردیں گے اور اگر تم نے کفران کا راستہ اختیار کیا تو جان رکھو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

ایک آیت ہے:

اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا - معنی یہ ہوئے کہ اے آل داؤد شکر کے طریقے پر عمل پیرا ہو۔

ایک اور آیت ہے:

فَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ - مطلب یہ ہے کہ جس کسی نے شکر کا طریقہ اختیار کیا۔ اُس نے اپنی جان کے فائدے کے لیے کیا۔

بات صاف ہے کہ شکر کرو گے تو آخرت میں پورا پورا سکھ چین حاصل کرو گے۔ مگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے مثالیں لیں تو تمام سیرت نگار بتاتے ہیں کہ حضورِ پاک دن بھر خدا ہی کی راہ میں تبلیغ، تدریس، عبادات اور دیگر کاموں کے بعد رات کو جاتے نماز پہ کھڑے ہو کر طویل قیام اور طویل سجدوں کے ساتھ خدا کے سامنے سخت گریہ وزاری کرتے۔ یہ بڑا دردناک منظر ہوتا تھا۔ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سارے اُمور خدا نے معاف کردیئے ہیں، پھر آپ اس قدر ذکر و عبادت کیوں کرتے ہیں؟

حضورؐ نے جواب دیا:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

شکر کا بھی یہ اعلیٰ مقام ہے کہ سارے دن کی درس و تدریس بھی عبادت اور اس کی وجہ سے شکر کے حکم میں داخل، باجماعت نمازیں اور معاشرے کے قضیوں کے حل بھی عبادت

اور شکر کے حکم میں داخل ـــــ اور پھر خدا کی دی ہوئی اس توفیقِ شکر پر مزید ادائے شکر بہ شکل عبادت۔ سبحانہ!

لیکن حضور پاک کی تعلیم بھی کیا ہی عجیب شان رکھتی ہے۔ فرمایا:

لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ مَنْ لَّا یَشْکُرِ النَّاس

یعنی وہ شخص جو انسانوں کا حقِ شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔

ہر انسان پر دوسرے انسانوں کے حقوق ہیں، ان کے احسانات ہیں، ان کی طرف سے حُسنِ سلوک کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ معاشرے کے ادارے اس کی اور اس کے بچوں کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ قوم کا خزانہ اس کے کئی معاملات میں دستگیری کرتا ہے یا علاقوں کو اسبابِ سہولت بہم پہنچاتا ہے۔ ان وجوہ سے بے شمار انسانوں کے لیے ہمارے اندر جذبۂ تشکر اور رویۂ خدمت کارفرما ہونا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس چھوٹے دائرے کے احسانات کا حقِ تشکر ادا نہیں کر سکتا تو وہ خدا کی عنایات کے اس بڑے دائرے کا کیسے جذبۂ تشکر پیش کر سکے گا جس کی عطاؤں میں سے سورج کی روشنی اور ہوا اور پانی اور سوچنے اور بولنے کی قوت کا حساب ہی ہم پر بہت زیادہ آتا ہے۔

پس سچا شکر اس طرح ادا ہوتا ہے کہ ساری زندگی شکر کے جذبے اور رویے سے بھر جائے۔

اہلِ علم نے کتاب وسنت ہی کی روشنی میں شکر کے تین پہلو واضح کیے ہیں،

ایک ہے دل کا شکر۔ یعنی دل میں کسی احسان اور عنایت کا احساس وشعور موجود ہو۔

دوسرا ہے زبان کا شکر۔ یعنی احسان کرنے والے کا آدمی شکریہ ادا کرے اور اس کی تعریف کرے۔

تیسرا ہے تمام جسمانی قوتوں کا شکر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی ساری قوتوں سے ایسی خدمات انجام دے کہ شکر کا حق ادا ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سیرت سے خدا کا شکر ادا کرنے کے جو

طریقے واضح ہو جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- انسان خدا کی رحمتوں اور احسانات و عنایات کو سمجھے اور ان میں غور و فکر کرے۔

۲- اسے خدا نے جو قوتیں اور نعمتیں دی ہوں ان سب کو اس کی مرضی کے مطابق اس کے بتائے ہوئے مقاصد میں استعمال کرے۔ مثلاً دماغ کی قوت، بدن کی قوت، بینائی کی قوت، علم کی قوت، قلم کی قوت، تلوار کی قوت، دولت کی قوت، اقتدار کی قوت۔

۳- خدا نے شکر کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لیے ایک نقشۂ ہدایت اور ایک نظامِ شریعت اپنے انبیاء کے ذریعے بھیجا ہے، اس پر پوری طرح کاربند ہو۔ اس سلسلے میں جو کام بھی وہ انجام دے گا وہ صدقہ اور عبادت اور شکر قرار پائے گا۔

جو شخص ان تین باتوں سے ہٹ جائے اس نے گویا دینِ حق اور جادۂ شکر کو چھوڑ دیا۔

خاتمۂ کلام ہم حضورؐ پاک کی سکھائی ہوئی دو دعاؤں پر کرتے ہیں جو ہر روز نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ۔

معنی یہ کہ اے میرے اللہ! تو مجھے اس بات میں مدد دے کہ میں تیرا ذکر کروں تیرا شکر کروں اور تیری عبادت خوبی سے انجام دوں۔

دوسری مشہور دعا، دعائے قنوت ہے جو وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ لمبی دعا کا ایک جملہ ہے:

وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ

ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تجھ سے سرکشی نہیں کرتے۔

خدا ہم سب کو اپنا شکر گزار بندہ بنائے بنائے۔

اقول قولی ھٰذا و استغفر اللہ لی و لکم اجمعین۔

ابشریہ ریڈیو پاکستان

بحث و نظر

واقعۂ اصحابِ فیل

جناب میاں محمد شوکت صاحب کا خط

ماہنامہ "ترجمان القرآن" کے اپریل و مئی ۱۹۸۸ء کے شماروں میں "قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ" کے عنوان سے ادارہ معارفِ اسلامی منصورہ کے جناب محمد رفیق چوہدری صاحب کا مضمون چھپا ہے، جس میں انہوں نے ان لوگوں کے خیالات کی تردید کی ہے جنہوں نے سورۂ فیل کی مفسرین کی متفقہ آرا مجمع علیہ تفسیر سے ہٹ کر یہ تاویل اختیار کی ہے کہ اصحابِ فیل کی بربادی قریش کی سنگ باری اور اس کے پردے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی حاصب (سنگ ریزے برسانے والی تند و تیز ہوا) کے ذریعے ہوئی تھی۔ پرندے سنگ ریزے پھینکنے کے لیے نہیں بلکہ اصحابِ فیل کی لاشیں کھانے آئے تھے۔

مذکورہ بالا نئی تاویل پر صاحبِ مضمون کی گرفت تو ٹھیک ہے لیکن اس تاویل کے قائلین کے خلاف وہ اپنے غیر ضروری جوش و خروش اور غیظ و غضب کے زیرِ اثر اختلاف و تنقید کے حدود و آداب کا لحاظ نہیں رکھ سکے۔ اور انہوں نے مذکورہ تاویل کے قائلین کو ان متجددین کے زمرہ میں شامل کر دیا جو ان کے خیال میں مغرب سے مرعوب ہیں۔ موجودہ دور کی عقلیت پسندی پر ایمان لاکر قرآنی معجزات کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ فرشتوں اور جنوں کو انسانوں سے الگ مخلوق نہیں مانتے۔ آدم علیہ السلام کا بھی ان کے نزدیک کوئی وجود نہیں تھا۔ ان کی رائے میں فرعون اور اس کا لشکر محض سمندر کے مد و جزر کی وجہ سے غرقاب ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ سورۂ فیل کی مذکورہ بالا نئی تاویل سب سے پہلے حضرت مولانا

حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی تھی۔ اس پر انہوں نے ایک مفصل اور مبسوط رسالہ لکھا تھا۔ بعدہٗ اگر کسی نے یہ تاویل اختیار کی تو وہ انہی کے تتبع میں، ورنہ ان خیالات کے اصل بانی مبانی وہی ہیں۔ جناب محمد رفیق چوہدری صاحب نے بھی انہی کے دلائل کو پیش کر کے ان کا رد کیا ہے۔

مولانا فراہی مرحوم و مغفور کی تفسیر سورۂ فیل کو علمی دلائل سے رد کرنا بالکل درست ہے۔ صاحبِ مضمون کا حق بھی ہے اور ان کی بات درست بھی ہے۔ میں نے مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ رسالہ بغور پڑھا ہے۔ میرے خیال میں اس سورہ کی تفسیر و تاویل وہی درست ہے جو سلف سے چلی آرہی ہے کہ ابرہہ اشرم کا لشکر طَیْرًا اَبَابِیل کی سنگ باری سے تباہ و برباد ہوا تھا۔ لیکن تاویل کے اس اختلاف کی بنیاد پر مولانا مرحوم و مغفور کو متجددین کے زمرہ میں شامل کر کے ان کو مذکورہ بالا خلافِ قرآن نظریات کا حامل قرار دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کی کسی بھی بات سے علمی انداز میں اختلاف تو کیا جا سکتا ہے اور یہ کام سلف سے خلف تک ہوتا آیا ہے۔ حضرت مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورہ الفیل کی تفسیر میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تاویل کو غلط قرار دیا ہے، لیکن خدمتِ قرآن کے سلسلے میں مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم خدمات کے اعتراف کے ساتھ اور ان کی علمی جلالتِ شان کے پیش نظر ان کا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات کہی ہے۔

مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت اور معرفتِ کتابِ الٰہی کے متعلق دنیائے اسلام میں عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیت، اجتہادی بصیرت اور قرآن کی معرفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ وہ عربی زبان، عربی ادبیات اور عربی علوم و آداب کے ایک زبردست اور فقید المثال عالم تھے۔ ان کے ہم عصر علمائے حق کی گواہی ان کے حق میں یہی ہے کہ مرحوم کتابِ الٰہی کے عاشق تھے، اُنھوں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر، ہر شغل کو ترک کر کے اپنی پوری زندگی کتابِ الٰہی کے لیے وقف کر دی تھی۔ کلامِ مجید کے فہم اور مشکلاتِ قرآنی کے حل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اور اسی لحاظ سے وہ اس دور کے صحیح معنوں میں ترجمان القرآن تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں ان کی وفات پر مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مجلہ "معارف" میں ان کو انتہائی

شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ اس عہد کا ترجمان القرآن، اس عہد کا ابن تیمیہؒ دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ جس کے فضل و کمال کی مثال بظاہر حال آئندہ عالمِ اسلام میں پیدا ہونے کی توقع نہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ۱۱؍ فروری ۱۹۳۶ء کے "صدق" میں لکھا کہ علامہ حمیدالدین فراہی اس دور میں علومِ قرآنی کے لحاظ سے امامِ وقت اور تفسیر قرآن میں ایک امتیازی درجہ رکھنے والے تھے۔ وہ نہ صرف اپنے معاصرین اور متاخرین میں امتیازی درجہ رکھتے تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ تاریخ امت میں انہوں نے تفسیر کے بعض نئے اصول دریافت کیے۔ ان میں سب سے بڑا ان کا فلسفۂ نظمِ قرآن ہے۔ خدمتِ قرآن کے داعی تو بہت ہیں، لیکن مولانا اپنی دقتِ نظر، عمیق فکر، حکیمانہ ژرف نگاہی، علم و فضل، تبحر ادبی اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھے۔ مغرب کے شیخ تقی الدین ہلالی کہتے ہیں کہ وہ جتنے بھی اہلِ علم سے ملے، ان میں حمیدالدین فراہی کو علم و فضل میں سب سے بلند پایا۔ اس علمی جلالتِ شان کے ساتھ زہد و ورع عبادت گزاری، پابندیٔ شریعت اور تقویٰ و طہارت میں بھی وہ سلفِ صالحین کا نمونہ تھے۔ ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار ان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمان القرآن جلد ۶، عدد ۶۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ متاخرین میں قرآن مجید کے فہم و تدبر کے لحاظ سے بہت کم لوگ اس مرتبے پر پہنچے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے علامہ فراہیؒ کو سرفراز فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ کلام اللہ کے معانی میں صرف کیا اور عربی زبان میں ایک ایسی محققانہ تفسیر لکھی جس کی نظیر متقدمین کی تصنیفات میں بھی کم ملتی ہیں"۔

"جس نے چالیس برس تک قرآن مجید کی خدمت کی، جس نے معارف قرآنی کی تحقیق میں سیاہ بالوں کو سفید کیا۔ جس کی تفسیروں سے عرب و عجم کے ہزاروں مسلمانوں میں تدبر و تفکر فی القرآن کا ذوق پیدا ہوا۔ جس کی تحریروں کا ایک ایک لفظ گواہی دے رہا ہے کہ وہ قرآن کا عاشق ہے اور اس کے لفظ لفظ پر جان نثار کرتا ہے"۔

اسی طرح مولانا فراہیؒ کی معرکۃ الآرا کتاب الامعان فی اقسام القرآن پر بھی ماہنامہ ترجمان القرآن

میں دل کھول کر داد دی گئی تھی مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو مولانا فراہیؒ کا بڑا کارنامہ قرار دیا تھا اور تسلیم کیا تھا کہ ان سے پہلے کسی نے اقسام القرآن کی گتھی کو اس خوبی کے ساتھ نہ سلجھایا تھا ———

خط طویل ہو گیا ہے۔ مگر معاملہ مجتہد العصر، امام الوقت، خادم قرآن مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مہذب شخصیت کا تھا۔ اس لیے یہ چند سطور لکھے بغیر رہا نہ جا سکا ورنہ آپ سے زیادہ ان کی عظمت سے کون واقف ہوگا۔

اب آپ دیکھیں جس "ترجمان القرآن" میں خود مولانا السید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مولانا فراہیؒ کے متعلق اس طرح کے عقیدت مندانہ خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں جن کا کچھ ذکر اوپر ہوا اس پرچے میں اب ان کو بے بضاعت اور دین سے بے بہرہ متجددین کی فہرست میں شامل کر دینا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے۔

سرسید احمد خاں برصغیر ہند میں متجددین کے سرخیل تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا حمید الدین فراہی ان کی اردو تفسیر کا عربی میں ترجمہ کر دیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ "میں اس معصیت کے کام میں شریک ہوں، مجھ سے اس بات کی کسی کو توقع نہیں رکھنی چاہیے۔"

ترجمان القرآن میں چھپنے والے مذکورہ بالا مضمون میں صاحب مضمون نے اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ بعض فقرے اپنی طرف سے گھڑ کر سورۂ فیل کی نئی تاویل کے قائلین سے منسوب کر دیے اور پھر ان پر خوب لے دے کی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں "اس کے برعکس دورِ حاضر کے بعض لوگ اس واقعہ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ قریش مکہ نے ابرہہ کے لشکر کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور پہاڑوں میں مورچے بنا کر گوریلا جنگ لڑی تھی۔ اصحاب فیل پر قریش نے ایسا پتھراؤ کیا کہ ان کے دانت کھٹے کر دیے۔ اس دوران میں تیز آندھی (حاصب) آئی جس نے رہی سہی کسر نکال دی اور ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔"

نئی تاویل کے قائلین نے کہیں بھی یہ الفاظ نہیں لکھے اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے تو پہاڑوں میں چھپ کر قریش کی سنگ باری کو ایک کمزور مدافعت لکھا ہے اور کہا ہے کہ اتنے بڑے لشکر کو دفع کرنا قریش کے بس کی بات نہ تھی لیکن اس کے باوجود

جو کچھ ان سے بن پڑتا تھا وہ انہوں نے کیا۔ ان کی سنگ باری کے پردے میں اللہ نے حاصبہ بھیج دی جس نے سنگ ریزوں کی بارش کر کے ابرہہ کے لشکر کا بھرکس نکال دیا۔

آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی طرف سے بار بار یہ واویلا اچھا نہیں لگتا کہ جہاں کسی نے اختلاف کیا تو فوراً کہنا شروع کر دیا کہ صاحب اگر فلاں بات جو سلف سے چلی آ رہی ہے نہ مانی گئی تو ہمارے ہاتھ کیا باقی رہ جائے گا۔ قرآن اور دین سب مشکوک ہو جائے گا۔ لیکن جناب خدا کا دین اور اس کا قرآن ہمارا محتاج نہیں ہے۔ وہ بہت مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ ہمارے حضرات کی اس روش کے بعد اجتہاد وغیرہ کی باتیں بھی بے معنی ہیں۔

جواب[1]:- از جناب چوہدری محمد رفیق صاحب ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور۔

میں عرض کروں گا کہ وہ تمام لوگ جو درج ذیل نظریات رکھتے ہیں میرے نزدیک متجددین اور منکرینِ حدیث میں شامل ہیں:

۱۔ جو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی طرح مستقل بالذات ماخذِ قانون تسلیم نہیں کرتے۔

۲۔ جو احادیث کو سمجھنے اور جانچنے پرکھنے کے اجتماعی طور پر مسلّمہ اصولوں کو چھوڑ کر اپنے کچھ خود ساختہ اصول رکھتے ہیں اور جن کے ذریعے وہ احادیث کے بہت بڑے ذخیرے کا اعتقاداً اور عملاً انکار کرتے ہیں۔

۳۔ جو اجماعِ امت کے شرعاً حجت ہونے کے منکر ہیں۔

۴۔ جو قرآن مجید میں مذکورہ معجزاتِ انبیاء کی اس طرح تاویل و توجیہہ کرتے ہیں کہ ان کا اعجازی پہلو بالکل ختم ہو جاتا ہے اور وہ عام معمول کے طبعی واقعات یا پھر اتفاقاتِ زمانہ معلوم ہوتے ہیں۔

۵۔ جو اسلامی تعلیمات و احکام کی مسلّمہ تعبیرات سے ہٹ کر ان کی ایسی تعبیریں اور تاویلیں اختیار کرتے ہیں جن کے بعد انہیں جدید عقلیت پسند ذہن کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

میں یہ بات پورے شرحِ صدر کے ساتھ اور علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ واقعۂ اصحابِ فیل کی تاویلِ نَو کے اصل موجد اور اس کے پیروکاروں کو میں نے درج بالا گمراہ کن نظریات کا حامل پایا ہے۔ اس لیے میں ان لوگوں کو بھی متجددین اور منکرینِ حدیث کے زمرے میں شمار کرتا ہوں، اگرچہ میں نے اپنے مضمون میں اُن میں سے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔

[1] ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ جس مضمون پر اعتراض ہے اس کے لکھنے والے دوست ہی خود جواب دیں۔ (دفتر)

ایک اہم مراسلہ

از جناب پروفیسر سید محمد سلیم صدر تنظیم اساتذہ پاکستان

مئی کے شمارہ میں اشارات کے ذیل میں آپ نے موجودہ تعلیمی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ آپ کے الفاظ میں گھر بیٹھے مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو "بپتسمہ" دیا جا رہا ہے۔

لندن یونیورسٹی کے "O" لیول کے امتحان کا ایک پرچہ ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہے۔ یہ جنوری ۱۹۸۸ء کا پرچہ ہے۔ یہ ترجمہ کا پرچہ ہے مگر ذرا دیکھیے کس امر کی تعلیم مسلمان لڑکیوں کو دی جا رہی ہے۔ واضح رہے کہ سارے ہی مشنری اسکول اور انگلش میڈیم اسکول لندن یونیورسٹی سے الحاق رکھتے ہیں۔ پرچے کا اقتباس درج ذیل ہے۔

Urdu
748

UNIVERSITY OF LONDON
SCHOOL EXAMINATIONS BOARD

General Certificate of Education Examination

JANUARY 1988 ORDINARY LEVEL

Subject Title	Urdu
Subject Code No.	748

Three Hours

Answer ALL FOUR questions.

You are reminded of the necessity for good English and orderly presentation in your answers

1. Translate into English.

A lonely girl's problems

میری عمر [illegible] سال ہے۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں۔ میرے ڈیڈی کا لمبا چوڑا کاروبار ہے۔ وہ اس سلسلے میں اکثر ملک سے باہر رہتے ہیں۔

میں اور امی یہاں تقریباً اکیلی رہتی ہیں۔ میری امی ڈاکٹر ہیں، اور وہ بھی کافی مصروف رہتی ہیں۔ میری مشکل یہ ہے کہ میں نے جب کبھی امی سے کوئی بات کرنا چاہی تو وہ آگے سے بپھر کر جواب دیتی ہیں۔ میری ایسی کوئی دوست نہیں جس سے دل کی بات کر سکوں۔ میری دوستی ایک لڑکے سے تھی، وہ کبھی کبھار مل لیتا یا فون کر لیتا تھا، مگر امی کو پسند نہ تھا۔ میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ مگر امی کو جیسے مجھ پر اعتبار نہیں۔ مجھے کہیں جانے کی اجازت نہیں۔ آخر میں بھی انسان ہوں، کوئی بہن بھائی نہیں۔ ماں باپ اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ آخر میں کیا کروں۔ کبھی تو جی چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں۔

What she should do

اب ایسی بھی کوئی مصیبت نہیں آپڑی۔ نوعمر لڑکے لڑکیوں پر ایسا دور آیا ہی کرتا ہے۔ کبھی اس پر اعتماد کرنا، اسے اپنا رازدار بنانا، دل کی بات کہنا، یہ سب جذباتی ضرورتیں ہیں۔ ظاہر ہے آپ کے ڈیڈی یہ نہیں کر سکتے۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ آپ کی خواہش پر آپ کو تحفہ لے دیں گے۔ آپ کو کسی روز گھمانے لے جائیں گے۔

آپ کی والدہ کی مصروفیات بھی سمجھ میں آتی ہیں۔ بلکہ شکر کیجیے کہ وہ مصروف ہیں۔ ورنہ اس گھر میں ایک نہیں دو دو اکیلے ہوتے۔ اپنی اپنی دنیا میں کڑھنے والے۔

اپنی امی کے قریب ہونے کی کوشش کیجیے۔ وہ گھر آئیں تو ان سے بات کیا کیجیے۔ انہوں نے سارا دن کیسے گزارا۔ کیا ہوا۔ ایسے جیسے "دوست" آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی جانیں گی کہ بیٹی اب بڑی ہو گئی ہے۔

(30 marks)

2. Translate into Urdu:

Her mother was telling us all about her first days in England when she lived above a shop. 'I never went out of the house while my husband was at work. If I needed any food during the daytime, I would just run downstairs to the shop and get what I wanted. But of course one needs other things for the family besides groceries. So one day my husband told me to

come along with him, so that I could see how to do the shopping. First we went to buy the children some warm coats, because the clothes we had brought from Pakistan were too light. Next we went to Woolworth's, I remember, then we went to a supermarket. I was amazed to see such a huge shop, which was quite different from the bazaars where I used to shop in Pakistan. Later I went once or twice more with my husband, and then I felt confident enough to go out alone.' ؎۱

(25 marks)

---

3. Translate into Urdu:

   (*a*) I was thinking to myself that you wouldn't be able to come

   (*b*) My friend asked the waiter to bring us two cups of coffee.

   (*c*) She waited for the bus until it started to get dark.

   (*d*) Suddenly they got up and left without saying goodbye.

   (*e*) If he had really been tired, he would have gone to sleep

(15 marks)

---

4. Write in Urdu an essay of about 170 words on *one* of the following subjects. (Material much in excess of the stated limit will be ignored in the marking.)

   (*a*) Going to a party.

   (*b*) Moving house.

   (*c*) The Asians in Britain

(30 marks)

HSE 86/4652 4/10/1010

؎۱ اس عبارت کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

"اس کی ماں برطانیہ میں اپنے قیام کے ابتدائی ایام کے بارے میں سب کچھ بتا رہی تھی جب کہ اس کا قیام ایک دکان کے اُوپر مکان میں تھا۔ جب میرے شوہر مصروف ہوتے تو میں گھر سے باہر نہ نکلتی۔ دن کے دوران اگر مجھے کھانے پینے کی کوئی چیز مطلوب ہوتی تو میں سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے دکان سے حاصل کر لیتی۔ لیکن گھر کے لیے دال روٹی کے علاوہ اور چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک روز میرے شوہر نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تاکہ میں شاپنگ کرنا سیکھ سکوں۔ پہلے ہم نے اپنے بچوں کے لیے کپڑے خریدے۔ کیونکہ جو کپڑے ہم پاکستان سے لائے تھے وہ بہت ہلکے تھے۔ اس کے بعد ہم وُول ورتھ گئے اور مجھے یاد ہے کہ ایک سُپر مارکیٹ میں چلے گئے میں ایک بہت بڑی دکان دیکھ کر حیران رہ گئی جو ان دکانوں اور بازاروں سے بالکل مختلف تھی جن کا مشاہدہ ہم پاکستان میں کر چکے تھے۔ اس کے بعد بھی ایک دو مرتبہ میں اپنے شوہر کے ساتھ وہاں جاتی رہی مگر پھر مجھ میں اعتماد پیدا ہو گیا اور میں تنہا بازار جانے لگی۔"

رسائل و مسائل

اللہ کی حاکمیت

جناب ملک غلام صاحب

سوال: بعض اہلِ علم پاکستان کے آئین پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ رسول اکرمؐ کی حاکمیت کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اقتدارِ اعلیٰ کے مالک ہیں اور رسول اکرمؐ کی حاکمیت تسلیم کیے بغیر خالقِ کائنات کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ اللہ کی حاکمیت اصلی و حقیقی ہے جب کہ رسول اللہ کی حاکمیت نیابتی و تفویضی ہے۔ پاکستان کے دستور کی ابتداء میں اللہ کی حاکمیت کے ساتھ رسولؐ کی حاکمیت کے تصور کو شامل کیے بغیر اسے صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا آئین قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان کے آئین میں یہ سقم موجود ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے بعد حضرت نبی اکرمؐ کی حاکمیت کو درج کیے بغیر مسلمان حکمرانوں کو اللہ کی حاکمیت کا امین قرار دے دیا گیا ہے۔

براہ کرم واضح کریں کہ یہ اعتراض کہاں تک صحیح اور حق بجانب ہے اور اس کا دفعیہ و تدارک کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: "قرارداد مقاصد" جو دستور ساز اسمبلی پاکستان نے منظور کی تھی اور جسے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ۱۹۵۶ء کے دستور کا دیباچہ بنایا گیا تھا۔ اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد ان الفاظ سے ہوتی ہے:

SOVEREIGNTY OVER THE ENTIRE UNIVERSE

BELONGS TO ALLAH ALMIGHTY ALONE

اِس کا ترجمہ اُردو میں یہ کیا جائے گا کہ: "پوری کائنات پر حاکمیت فقط اللہ رب العلمین کے لیے ہے"

قرارداد مقاصد کے یہ الفاظ پاکستان کے ہر دستور میں شامل رہے ہیں اور موجودہ دستور کی دفعہ ۲ - الف کی رُو سے قرارداد مقاصد دستور کے متن کا مؤثر اور واجب التنفیذ حصّہ بن چکی ہے - قرارداد مقاصد کے ابتدائی الفاظ جو اُوپر نقل ہوئے بالکل بے غبار اور ایسے مضمون و مفہوم کے حامل ہیں، ایسے جامع و مانع ہیں کہ ان کی صحت اور مبنی بر حقیقت ہونے پر پوری اُمت کا اتفاق ہے - قرآن مجید میں یہی بات وضاحت سے بیان فرمائی گئی ہے :

- اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف ۔ ۴۰)	نہیں ہے حکمرانی مگر صرف اللہ کے لیے
- اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۔ ۷)	جان لو کہ خلق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اُسی کا -
- وَلَا يُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (الکھف - ۲۶)	وہ اپنی حکمرانی میں کسی کو شریک نہیں کرتا -
- لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ (بنی اسرائیل - ۱۲)	حاکمیت اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں -

چنانچہ سلف سے خلف تک علمائے اسلام نے اُصول الفقہ پر جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں یہ اُصولی و اساسی نکتہ بالعموم درج کیا گیا ہے کہ حاکم دراصل اللہ تعالیٰ ہے اور اقتدار اعلیٰ اُسی کی ذات کے لیے ہے - چند مثالیں درج ذیل ہیں :

مشہور حنفی امام ابن الہمام اپنی کتاب التحریر فی اُصول الفقہ میں فرماتے ہیں :

- الحاکم لا خلاف فی انہ اللہ رب العٰلمین -	حکم دینے والی ذات کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ اللہ رب العالمین ہے)-

(تیسیر التحریر، جلد ۲، ص ۱۵۰ - دار الفکر)

شافعی فقیہہ امام سیف الدین الامدی اپنی تصنیف "الاحکام فی اُصول الاحکام" میں

فرماتے ہیں:

اعلم ان الحکم الشرعی یستدعی حاکما..... اعلم انہ لا حاکم سوی اللہ تعالیٰ ولا حکم الا ما حکم بہ (الاحکام۔ جزء اوّل۔ ص ۷۹)

(جان لو کہ حکم شرعی کا تقاضا ہے کہ اس کا حاکم ہو اور جان لو کہ کوئی حکم دینے والا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور حکم وہی ہے جو اللہ نے دیا ہو)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی تصنیف "المستصفیٰ فی علم الاصول" میں لکھتے ہیں:

فی البحث عن الحاکم یتبین ان لا حکم الا للہ وانہ لا حکم للرسول ولا للسید علی العبد ولا لمخلوق علی مخلوق بل کل ذٰلک حکم اللہ تعالیٰ ووضعہ لا حکم لغیرہا۔ (المستصفیٰ فی علم الاصول۔ ص-۸)

(صاحب حکم کی بحث میں یہ واضح ہے کہ حاکمیت خالص اللہ کے لیے ہے، اور رسولؐ کے لیے حاکمیت نہیں، نہ آقا کے لیے کسی غلام پر، نہ کسی مخلوق کو کسی دوسری مخلوق پر حکمرانی کا حق ہے۔ ان جملہ صورتوں میں حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، قانون اسی کا ہے، کسی غیر کو حکم دینے کا حق نہیں)۔

استاذ ابوزہرہ اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں فرماتے ہیں:

الحاکم ھو الحق سبحانہ وتعالیٰ وطرق معرفۃ حکم اللہ ھی الادلۃ والمصادر الشرعیۃ لمعرفۃ حکم الشرعی اسلامی فیہا۔ (اصول فقہ۔ ص ۲۵)

(حاکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اللہ کا حکم جاننے کے ذرائع مصادر شرعیہ ادلہ شرعیہ ہیں، جن سے حکم شرعی معلوم ہوتا ہے)۔

پھر لکھتے ہیں:

الحاکم فی الفقہ الاسلامی ھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اذان ھٰذہ الشریعۃ قانون دینی یرجع الیٰ اصلہ الی وحی السماء فالحاکم فیہ ھو اللہ وکل طرائق التعریف بالاحکام فیہ

انما هی مناهج لمعرفة حکم الله تعالیٰ واحکام دینه السماوی،
علیٰ هٰذا اتفق جمهور المسلمین" بل اجمع المسلمون فان
الاجماع قد انعقد علیٰ ان الحاکم فی الاسلام هو الله تعالیٰ وانه
لا شارع الا من الله وقد صرح بذلك القرآن الحکیم فقال تعالیٰ:
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ وقال تعالیٰ، وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

(فقہ اسلامی میں حاکم اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ شریعت دینی قانون ہے۔ جو اپنی اصل میں وحی آسمانی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اس میں حاکم اللہ ہے اور اس کے جملہ احکام کے جاننے کے ذرائع وہی ہیں، جو اللہ کے حکم جاننے کے ہیں اور اس کے دین سماوی کے احکام کی معرفت کے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا اتفاق بلکہ اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ اسلام میں حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے قانون کے سوا کوئی قانون نہیں۔ قرآن بھی اس کی صراحت کر دی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ
اَنِ احْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔

شیخ محمد الخضری اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں لکھتے ہیں:

الحاکم هو الله سبحانه ومعرف احکامه رسله بما يبلغون الناس عنه۔ الحكم هو خطاب الله وينتج عن ذلك ان خطاب الله مأخوذ فی حقيقة الحكم فلا حكم الا لله وهذه قضية اتفق علیها المسلمون قاطبة۔ (اصول الفقه ص ۲۱، المكتبة، مصر الطبعة السادسة)

(حاکم اللہ سبحانہ ہیں اور اللہ کے احکام کی پہچان کرانے والے رسول ہیں جو اسے اللہ کی طرف سے لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ حکم اللہ کا خطاب ہے جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، کہ اللہ کا خطاب حکم کی حقیقت میں داخل ہے، پس اللہ کے ماسوا کسی کو حکم دینے کا اختیار نہیں، یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے)۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جنوری ۱۹۵۱ء میں بمقام کراچی

جملہ مسلمان مکاتبِ فکر کے اکتیس[۳۱] سربرآوردہ علمائے کرام نے (جن میں مغربی و مشرقی پاکستان کے نمائندے شامل تھے)، ان سب نے ایک اسلامی مملکت کے جو بائیس نکات و اصول بالاتفاق طے کیے تھے، ان میں اوّلین نکتہ یہ تھا کہ:

۱- اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

یہی اصولی حقیقت دوسرے الفاظ میں قرارداد مقاصد کے اس جزو میں درج ہے جو حاکمیت سے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے لیے شارع اور مطاع ہیں اور آنحضورؐ کی سنتِ ثابتہ بھی ہمارے لیے قرآن مجید کے مانند واجب الاتباع ہے۔ لیکن یہ اس بنا پر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حاکمیت مطلقہ میں شریک کیا ہے، بلکہ آنحضورؐ کی اطاعت و اتباع اس حیثیت سے ہے کہ آپ کی قولی و فعلی سنت چونکہ وحی پر مبنی ہے، لہٰذا اسی کی سربسر اور بلاچون وچرا تعمیل کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر انبیا علیہم السلام کا یہ قول وارد ہے کہ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔ پھر یہ اصول بھی قرآن میں واضح فرمایا کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (النساء ۴:۶۴) (ہم نے کوئی رسول بھی نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت ہو اللہ کی اجازت کے تحت)۔

اُوپر جتنے علمائے اصول کے اقوال نقل ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی (معاذ اللہ) سنتِ نبویہ کے مآخذِ شریعت و قانون ہونے کا منکر و مخالف نہیں۔ ہر ایک نے سنت و حدیث کی حجیت کا اثبات و اقرار اور اس کے حق میں استدلال کیا ہے۔ یہاں ان مباحث کا نقل کرنا ممکن و ضروری نہیں۔ لیکن حاکمیت کی بحث بالکل علیحدہ، جداگانہ موضوع ہے۔

ہمارے دستور کی دفعہ ۲ کی تازہ ترمیم شدہ عبارت یوں ہے:

"پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا، قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلام کے احکام ملک کا اعلیٰ ترین قانون اور حکومت کے لیے پالیسی سازی اور پارلیمنٹ و صوبائی اسمبلیوں کے لیے قانون سازی اور رہنمائی کا سرچشمہ ہوں گے"۔

"اسلامی مملکت کے بنیادی اصول" جو ۱۹۵۱ء میں علمائے کرام نے بالاتفاق طے کیے تھے، ان کا اوّلین نکتہ جو حاکمیت سے متعلق تھا، اوپر نقل ہو چکا، دوسرا نکتہ یہ تھا:

"ملک کا قانون کتاب و سنّت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا، نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا جو کتاب و سنّت کے خلاف ہو۔"

تازہ ترین نفاذِ شریعت آرڈی ننس ۱۹۸۸ء میں بھی شریعت کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پاکستان میں اعلیٰ ترین سرچشمۂ قانون قرار دیا گیا ہے اور شریعت سے مراد اسلام کے وہ احکام لیے گئے ہیں جو قرآن و سنّت میں مرقوم ہیں۔

اِس مختصر بحث کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں خالقِ کائنات کی حاکمیتِ مطلقہ اور اقتدارِ اعلیٰ کو جن الفاظ میں ثبت کیا گیا ہے، اُن میں کسی اشتباہ و اعتراض کی گنجائش نہیں نکلتی اور احکامِ شریعت میں قرآن مجید کے ساتھ سنّتِ نبویہ کا مقام اپنی جگہ الگ درج کر دیا گیا ہے۔

(بقیہ سندھ ہائی کورٹ کا طلاق کے متعلق ایک فیصلہ)

لہٰذا میں مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس کی دفعہ ۷ کو اس اعتبار سے تسلیم نہیں کرتا کہ درخواست گذار کا چیئرمین کی طرف سے جاری کردہ طلاق کا نوٹس مورخہ ۱۰/۲/۸۲ اور اس تاریخ سے نوّے دن گذر جانے نے قرآن و سنّت کے احکام کی بے توقیری کر کے طلاق کو فی الواقع مؤثر کر دیا۔ اور درخواست گذار نے ۱۰/۲/۸۲ کو جس طرح "طلاق" کہی تھی وہ شیعی پرنسل لا کی نظر میں، جس سے فریقین نے اپنی وابستگی ظاہر کی ہے، غیر مؤثر ہے۔ درخواست گذار کو کوئی حکم امتناعی نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ مقدمے کے کوائف کی رُو سے مستغاثہ علیہا ۱ بدستور درخواست گذار کی بیوی ہے۔ بمطابق فیصلہ۔

مطبوعات

TOWARDS UNDERSTANDING THE QUR'AAN
تفسیر تفہیم القرآن (مؤلفہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) کا تازہ تر ترجمہ مترجم ظفر اسحٰق انصاری، جلد اوّل (سورہ ۱ تا ۳) نہایت دلکش طباعتی معیار، صفحات : ۳۷۰ ۔ ناشر: دی اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۲۳ لندن روڈ، لائسسٹر LE2 1ZE ۔ یو کے ۔ قیمت نامعلوم ۔

قرآن کریم بہت آسان ہے بلحاظ پیرایہ، بہت تدبر طلب ہے بلحاظ معانی ۔ خود بہت سے عرب جن کی زبان میں یہ قرآن نازل ہوا، اسے نہ سمجھ سکے ۔ اور آج تو عربی مبین والی اس کتاب سے خود اہلِ زبان اور بھی دُور جا پڑے ہیں ۔ ہمارے ہاں بعد ازاں معاملہ آتا ہے اُردو تراجم کا اور پھر نہایت مشکل مسئلہ ہے ایسے انگریزی ترجمے کا جس کے ذریعے انگریزی اہلِ زبان قرآن کے اُصول و مقاصد کو پا سکیں ۔

اُردو میں بزرگوں کے کیے ہوئے کاموں کی برکت کے تحت ان سے استفادہ کر کے وقت کی بہترین ترجمانی اور مختصر تفسیر تفہیم القرآن کی شکل میں موجود ہے، جس کی تدوین پر تیس سال کا عرصہ مولانا سید مودودیؒ نے صرف کیا ۔

انگریزی میں تفہیم القرآن کا اس سے پہلے ہماری طرف سے پیش کردہ ایک ترجمہ تھا جسے چودھری محمد اکبر مرحوم نے شروع کیا ۔ اور انور کمال سے اس کی تکمیل کرا رہے ہیں ۔ یہ بہت اچھا ترجمہ ہے اور اس لحاظ سے اہم کہ سب سے پہلے اسی نے خلا کو پُر کیا ۔ مگر شاید خود انگریزی اہلِ زبان کے لیے مزید مساعی کی ضرورت ہے، بالخصوص جدید ترین دَور میں اس ضرورت کو ظفر اسحٰق انصاری نے پورا کیا ۔ جو مغرب اور مشرقِ وسطیٰ کی متعدد یونیورسٹیوں میں معلمانہ منصب پر رہنے کے علاوہ اسلام آباد کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے شعبۂ شریعت و قانون کے ڈین (سربراہ) بھی رہ چکے ہیں ۔ انہوں

نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین کے لیے مقالات لکھنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

ظاہر ہے کہ اس فاضل نوجوان ہی ایسی صلاحیتیں تھیں اور اتنا وسیع مطالعہ کہ اس نے ممتاز حد تک بہترین ترجمہ کیا اور بڑے خوبصورت ٹائپ میں چھپ کر سامنے ہے۔ ترجمہ کے ساتھ حواشی بھی موجود ہیں۔ عربی متن بھی بہت خوبصورت رسم الخط میں شامل کتاب ہے۔

میرا خیال تھا کہ دونوں تراجم کے دو ایک حصوں کی عبارتوں کو تقابلاً پیش کیا جائے، کٹنگ بھی تیار کر لیے گئے، مگر جگہ کی کمی کی وجہ سے ارادہ بدل دیا۔

صحیفۃ السلوک اُردو ترجمہ ذخیرۃ الملوک تالیف: امیر کبیر سیّد علی ہمدانیؒ۔ تحقیق و ترجمہ و تعلیق از جناب مولانا صدر الدین الرفاعی المجددی۔ ناشر: مدنی پبلی کیشنز، ۱۲ D ۔ بی سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ بڑے سائز کے ۵۲۴ صفحات رنگین و مضبوط جلد کے ساتھ۔
قیمت: ۱۲۵/- روپے۔

بنیادی طور پر یہ کتاب اسلامی سیاسیات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور سلاطین ملوک یا صدروں اور وزیروں کے لیے سرمایۂ ہدایت ہے۔ اس ہدایت نامہ کے دس ابواب ہیں۔ [illegible] شرطیں کے عنوان سے بڑی بحث ہے۔ رعایا کے ۲۰ حقوق اور اسی طرح غیر مسلم رعایا کے بھی ۲۰ شرائط و حقوق مندرج ہیں۔ اسی طرح مختلف اُمور میں کئی کئی اقسام اور کئی کئی شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اچھے اور بُرے اخلاقیات پر بھی پُر افادیت گفتگو ہے۔ ص ۲۰۲ سے ۲۹۴ تک بنا بر آپ کو جسمِ انسانی کے متعلق ایسی معلومات ملیں گی جن کو آپ طب و جراحت کی ضرورت سمجھیں گے لیکن مؤلف کا کمال ہے کہ انہوں نے ان سے بھی معرفت و حکمتِ دینی کے اسرار بر آمد کیے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ کتاب گذشتہ دور کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو ایک مخصوص موضوع کو سامنے رکھ کر پورے نظامِ دین و شریعت کی سیر کرا دیتی ہے۔

امیر سیّد علی ہمدانی کی شخصیت کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے جن کا ذکر اقبال کے ہاں بھی ملتا

ہے۔ رہے مترجم جناب مولانا صدر الدین صاحب رفاعی مجددی تو اس دور کے اکابر و عوام میں سے کون ان کے خطبات و مواعظ کے بادانِ فیضان سے بہرہ اندوز نہ ہوا ہوگا۔ جو بچ رہا ہوگا اس کا دامن یہ کتاب صحیفۃ السلوک گوہر و مرجان سے بھر دے گی۔ خدا تعالیٰ مؤلف و مترجم دونوں کو جزائے خیر دے۔

اسوۂ رسولؐ | مؤلفہ: بیگم مسعود عبدہٗ سمیہ، ناشر: مشربۂ علم و حکمت رحمن آباد، لاہور ۲۵۔

ملنے کا پتہ: سبحانی اکیڈمی، ۱۹-اُردو بازار، لاہور۔ قیمت: -/۳۲ روپے

اس کتاب کا "اسوہ" کے ضمن میں مختص موضوع حضورؐ کی کمسن بچوں سے شفقت و محبت ہے۔ مؤلفہ نے کتاب میں خود اپنے بچوں کو باتوں باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور نمونہ ہائے عمل کی روایات سے بڑے مشفقانہ طریقے سے آگاہ کیا اور مادریت کی خاص ملائمت کے ساتھ معلمانہ فرض ادا کرتے ہوئے بچوں کو اپنے ساتھ روزمرہ کے عام معاملات میں حضورؐ کے جادۂ اطاعت پر چلایا ہے۔ اس طرح کتاب ایک طرح کی عملی کہانی بھی ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے مکالمے آتے ہیں اور ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنن کا تذکرہ بھی ہوتا جاتا ہے۔

کتاب میں تالیفی پہلو سے ذرا سی اور پختگی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بچہ سوال کرتا ہے کہ توحید کا کیا مطلب ہے؟ امی جواب دیتی ہیں: "سوائے ایک اللہ کے اور کسی کو اپنا معبود نہ سمجھنا" (ص-۹)، اور پھر بات کسی اور طرف مڑ جاتی ہے۔ توحید جیسے اساسی انقلابی تصور کو اتنے اجمال میں سمیٹ کر آخر بچے کو کیا دیا جا سکتا ہے۔ اسے معبود کے معنی اور اس سے پہلے عبادت کے معنی معلوم ہونے چاہئیں۔ کم سے کم دس جملوں میں یہ بات کہنے کی تھی۔ "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا" (ص-۸)، کے بالمقابل "سیدہ فاطمہ علیہ السلام" (ص-۴۴)۔ اور اسی طرح مختلف صورتوں میں مختلف آداب، حالانکہ علمائے دین نے امتیاز کے لیے انبیاء، صحابہ اور تابعین کے لیے الگ الگ آداب مقرر کر دیئے ہیں تاکہ تحریر میں کسی نام کے بارے میں فوراً جانا جا سکے کہ وہ کس درجے سے متعلق ہے۔ ایک بچے کا نام عبدالذوالاکرام ہے۔ نام خدا کے نام پر ہے، مگر اُردو بولنے والوں کی سہولت کا خیال رکھیں تو اللہ کے مرکب صفاتی ناموں کے ساتھ عبد لگا لینے سے بات بنتی نہیں مثلاً عبدالذوالجلال والاکرام، عبدالذوالانتقام یا عبدالارحم الراحمین، یا عبدالسلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر۔

اپنے راستے پر کوشش اچھی ہے۔ بچوں اور گھریلو ماحول کے لیے مطالعۂ سیرت کا نیا انداز پیدا کیا گیا ہے جس سے عملی اصلاح بھی ہو۔ ہمارے نزدیک کسی خاتون کی یہ بڑی ہمت ہے کہ وہ گھر کو بھی چلائے، بچوں کو بھی سنبھالے اور بھلائی کی باتیں لکھ کر کتاب بھی تیار کرے۔

SUFISM | جناب مظہر الدین صدیقی۔ ناشر: دی اسلامک ریسرچ اکیڈمی ۱۰/۶۲۳ ایسی فیڈرل "بی" ایریا، کراچی۔ ۳۸۰۵۔ قیمت ۲۰/- روپے

مظہر الدین صدیقی سے بہتر کون اس موضوع کو چھیڑنے والا ہے، جب کہ وہ طبعاً خود منجھا ہوا صوفیانہ رجحان اور مزاج رکھتے ہیں، نیز ان کی نگاہ اس موضوع پر اپنے ہاں کے قدیم سرمایۂ معلومات پر بھی ہے اور جدید دور کے یونانی، عجمی اور ہندی تصورات پر بھی۔ نیز وہ تصوف کی اصل روح اور اس کے بگاڑ کی اشکال کو بھی جانتے ہیں۔ انھوں نے تصوف کی اصطلاح پر اور اس کے مختلف مقاصد و مفاہیم پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس میں خلل پیدا ہونے کی جو صورتیں سامنے آئیں ان کا بھی احاطہ کیا ہے۔

تصوف کے آغاز سے متعلق مؤلف بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ دولت کی فراوانی اور عیش و نشاط کے رواج کی وجہ سے چلا۔ یعنی ایک طرف اسلام کی وہ سادگی مجروح ہوئی جو تقرب الی اللہ میں آسانی پیدا کرتی تھی۔ اور دوسری طرف محرومی کی بلاؤں نے کمزور اور غریب انسانوں پر اپنے دانت تیز کرنا شروع کیے۔ زندگی کے اس نقشے سے بیزاری نے انسان کو ترکِ دنیا اور زہد و ورع اور نفس کشی، اذکار و عبادات کے رخ پر ڈالا۔ میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب اقتدار نے بے راہروی اختیار کی جس کے سائے میں دنیا پرستی اور تعیش پسندی کا فروغ ہو رہا تھا اور اُسے اس روش سے ہٹا کر اسلامی راہ پر لانے کی کئی مساعی یکے بعد دیگرے ناکام ہوگئیں تو تب صاف دل اور حساس اصحاب کی توجہ تصوف کی جانب ہوئی۔ پھر اس تصوف کی جوئے رواں میں فکر اور اصطلاحات اور مسالک کے کئی ندی نالے مختلف اطراف سے آ آ کر شامل ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ یہ دریائے معرفت بے پایاں ہوگیا۔ مؤلف نے بتایا ہے کہ پھر صوفی ازم کی مخالفت خوارج اور شیعہ کی طرف سے کلامی دائرے میں اور نویں صدی عیسوی میں فقہاء کی طرف سے شروع ہوئی۔ مؤلف کی نہایت اہم بحث یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اہلِ تصوف میں کمزور پہلو کیا ہیں؟ پھر اقبال اور صوفی ازم پر بات کی ہے۔

اچھا ہوتا کہ رسالہ اشراق (جون ۸۸) کا مضمون "تصوف اسلام کے متوازی ایک دین ہے" چھپنے سے پہلے کرمولف کی نظر سے گذر چکا ہوتا۔

پہلی کرن | از جناب اظہر وحید۔ ناشر: ادارۃ الحفاظ، مال روڈ، لاہور۔ قیمت ۴۰؍۳۶ روپے

اُردو ادب میں پہلے بھی ایسے تجربات ہوتے ہیں کہ مختلف ذرہ ہائے حقیقت کو الگ الگ بیان کرنے کے لیے خصوصی توجہ حاصل کی جائے۔ ایسی ایک سطریں، دوسری باتوں کو بالعموم بزرگ درویشوں کے صوفیانہ انداز میں لکھا جاتا اور تصوف کے ساتھ تحریر میں فلسفہ بھی در رہا، پایا جاتا ہے۔

اس سلسلے کے اولین تجربات ادب لطیف نامی صنف کے تحت ہوئے۔ بعدازاں خاص نام لکھنے والوں نے اپنی تحریروں کے اندر کہیں کہیں اس طرح کے جملے سمو دیئے ہیں۔ ایک زمانے میں سیارہ کا "سر پرفانہ" جو چھوٹی چھوٹی چار پانچ سطروں پر مشتمل ہوتا تھا، بہت مقبول رہا۔ اب واصف علی واصف صاحب اس طرزِ بیان کو بھرپور طور پر استعمال کر کے خراج تحسین لے رہے ہیں۔ اظہر وحید نے بھی باقاعدہ پیری مریدی کی صوفیانہ اصطلاحوں کے ساتھ واصف صاحب کے رنگ میں یہ کتاب لکھ ڈالی ہے۔ کوشش خوب ہے۔ خدا کرے کہ مزید ترقی کریں۔ ویسے انہی حقائق کو ایک ایک رباعی میں بیان کر دیا جائے تو لوگوں کے لیے یاد رکھنا آسان ہوتا ہے۔ ورنہ لطیف سی ادبی عبارات کا وقتی لطف لے کر وہ انہیں بھول جاتے ہیں۔

شہدائے کربلا پر افتراء | از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ ناشر: اہلِ سنۃ وجماعۃ، ۳۸۷، قاسم آباد، لیاقت آباد، کراچی ۱۹۔ قیمت درج نہیں۔

حضرت امام حسینؓ کی مظلومیت دوہری ہے، ایک رافضیت کے محاذ سے، دوسری ناصبیت کے محاذ سے۔ ناصبیت کا فتنہ پاکستان میں ایک حد تک تو موجود رہا، مگر واضح طور پر سطح کے اوپر یہ طوفان پہلی مرتبہ محمود عباسی امروہوی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کی اشاعت سے بپا ہوا۔ اور کمیونسٹوں اور منکرین حدیث نے ان کی پشت پناہی کی۔

میں نے "خلافتِ معاویہ و یزید" پڑھی ہے، اس کے مؤلف نے پورا مقدمہ ہی اُلٹ دیا ہے۔ یعنی نعوذ باللہ امام حسینؓ اور حضرت علیؓ اور ادھر کی ساری مؤقر ہستیاں تو نشانہ الزام ہیں، البتہ یزید رحمۃ اللہ علیہ

ہے۔ پھر اس کتاب کی مدد سے بہت سے لوگوں نے طرح طرح کے پمفلٹ اور مضامین لکھے اور ان کے جواب اہلِ سنت کی طرف سے شائع ہوئے۔

ایسا ہی ایک مؤثر جوابی پمفلٹ مولانا نعمانی نے لکھا ہے جس میں ناصبیت کی مساعیِ مسخِ حقائق کا پول کھولا گیا ہے۔ اور حضرت امام حسینؓ اور خانوادۂ نبوت کا صحیح مرتبہ واضح کیا گیا ہے۔

البتہ اکابرِ دیوبند کا جو نقطۂ نظر یزید کے متعلق ہے، اس سے بعض لوگ اختلاف کرتے ہیں، وہ بھی اس پمفلٹ میں شامل ہے۔

التحقیق الصحیح	جناب قاضی محمد صدر الدین۔ ناشر: خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، ہری پور، ہزارہ۔

قیمت کے بجائے درخواست دعا برائے جناب مؤلف مرحوم۔

یہ رسالہ ایک بحث پر مشتمل ہے اور وہ ہے: "جی پی فنڈ پر زکوٰۃ، سود اور حج کی تحقیق"۔ کچھ عرصہ قبل کسی نے جی، پی فنڈ کے متعلق چند استفسارات کیے جو اکثر سامنے آتے ہیں۔ کچھ زیادہ تحقیقِ احوال کیے بغیر ان کا جواب یہ دیا گیا کہ جو روپیہ جی پی فنڈ کے حساب کا گورنمنٹ تنخواہ سے بلا اختیار کاٹ کر اس پر سود دیتی ہے، یہ سود نہیں ہے۔ سود تب ہو گا جب وہ پیسہ آپ کے قبضے میں دے کر سود کا عقد کر کے سود پر لیا جائے۔ (۲) جی پی فنڈ کی جمع رقم پر نہ تو زکوٰۃ فرض ہے، نہ اس پر حج فرض ہے جب تک یہ رقم قبضہ میں نہ آجائے۔ (مکتوبات صدریہ جلد ۲)

بعد ازاں مختلف اکابر علماء میں سلسلۂ بحث و تحقیق جاری رہا اور فیصلہ یہ ہوا کہ (۱) زید پر زکوٰۃ فرض ہے (جی پی فنڈ کی) (۲) ابھی سے فرض ہے البتہ ادائیگی کی کل رقم وصول ہونے تک مؤخر کرنے کا مجاز ہے۔ (۳) زید کے لیے سود لینا جائز نہیں۔ (۴) زید پر حج فرض ہے۔ یہی جواب بکر کے لیے جو اپنی مرضی سے فنڈ نہیں کٹواتا۔

سارا پمفلٹ اس فتویٰ سے متعلق فقہی حوالوں اور دلائل سے بھرا ہوا ہے۔ فقہی ذوق رکھنے والوں کے لیے مطالعہ بہت مفید ہو گا۔

ششماہی حیاتِ نو | مدیر: مولوی نور محمد فلاحی۔ پتہ: بلریا گنج، اعظم گڑھ، ۲۷۶۱۲۱ (یو پی)، انڈیا۔
سالانہ زرتعاون ۳۰/ روپے۔ غیر ممالک سے ۱۵ امریکی ڈالر۔

مارچ اپریل ۲۰۰۸ء کا شمارہ بہت اچھے مضامین سے آراستہ ہے۔ مثلاً حج بدل، اسلامی فقہ اور اس کے جدید تقاضے، ابو اسماعیل کا نثری سرمایہ، امام ابوحنیفہ اور آپ کی فقہ، دینی تعلیم کی ضرورت و اہمیت، ملک کی موجودہ صورتِ حال اور ہماری ذمہ داریاں، دینی مدارس اور ان کے مسائل (سیمینار) کے علاوہ اداریہ اور ایک تعلیمی کانفرنس کی رپورٹ ہے۔ کے چند اہم مضامین۔ ان کو پڑھ کر ہر آدمی یہ محسوس کرے گا کہ یہ بقامت کہتر مجلہ بقیمت بہتر ہے۔ حجم اور عمق کے لحاظ سے اس خاص شمارے کو دیکھیں تو ۲۰۴ صفحات میں ۱۵ عنوانات پر مواد مطالعہ دیا گیا ہے۔ یہ کانفرنس نمبر ہے۔

ماہنامہ ندائے کسان | بادارت چوہدری کمال سالار پوری و چوہدری امداد علی صاحبان۔ پتہ: منصورہ ملتان روڈ، لاہور۔ قیمت فی شمارہ ۲/ روپے۔ سالانہ ۳۰/ روپے۔

ندائے کسان ایک ایسا ماہنامہ ہے جس میں زراعت کے مسائل اور کسانوں کی مشکلات بیان ہوتی ہیں۔ یہ شمارہ (جولائی) باجوہ نمبر ہے جس میں متعدد مضامین چوہدری محمد اشرف باجوہ مرحوم کی شخصیت اور کاموں کے متعلق درج ہیں۔ یہ نمبر چوہدری صاحب کے جاننے والوں کے لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

خصائصِ اہلِ سنت | از حافظ مہر محمد میانوالی۔ ناشر: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا نمبر ۱، گوجرانوالہ

اس پمفلٹ میں یہ صحیح عقیدہ سمجھایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی آل اور اصحاب رضی اللہ عنہم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت نبوت، تمام مومنین کی مائیں واجب الاحترام ہیں۔ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین سرمایۂ ایمان ہیں، صحابہ کرام دین کے ستون، اس کے راوی اور مبلغ ہیں۔ پس مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصۂ نبوت یا کوئی وصف بعد کے کسی بزرگ کے لیے تسلیم نہ کریں۔

افتراق اُمت کے بنیادی اسباب از علامہ محب الدین مصری - مترجم قاضی شمس الدین احمد قریشی -
ملنے کا پتہ: مکتبہ اشرفیہ، مدرسہ اشرفیہ، تعلیم القرآن، محلہ اندرون حسن ابدال- پاکستان - قیمت: ۵/- روپے

افتراق اُمت کا سب سے بڑا دائرہ شیعہ سنی افتراق ہے اور خصوصاً اس وقت، اس کی بڑھتی ہوئی نفرت بہت برے نتائج رکھتی ہے۔ اس پمفلٹ میں دکھایا گیا ہے کہ وہ کیا چیزیں ہیں جو صریحاً ناجائز ہیں اور سنیوں کے لیے ان کی اذیت رسانی اثنا عشری برادران سے رابطہ اخوت پیدا کرنے میں رکاوٹ بن گئی ہے۔

دو پمفلٹ از محمد شریف قاضی - ناشر: شعبہ نشر و اشاعت جمعیت اتحاد العلماء ضلع گجرات - بالائی منزل پنجاب ہوٹل کچہری چوک گجرات، پاکستان -

پمفلٹ (۱) المحرم فکریہ (۲) جہاد بالقرآن بہت اچھے تبلیغی و اسلامی پمفلٹ ہیں۔ قیمت درج نہیں شاید مفت تقسیم کے لیے ہوں۔

رسالہ شعاع - شمارہ ۲ مدیرہ: شگفتہ بانو - یہ رسالہ تنظیم اساتذہ پاکستان (خواتین) کا ترجمان ہے -
پتہ: جمعیت الفلاح، اکبر روڈ - صدر کراچی - زر تعاون: ۱۰ روپے -

رسالہ پکار - جولائی ۸۸ء مدیرہ: انیسہ رشید - اسلامی جمعیت طالبات کا ترجمان -
قیمت: ۲/۵۰ روپے - پتہ: ۳۳ - اے - بلاک این - نارتھ ناظم آباد، کراچی -

انبیاء پر بہتاناتِ بائبل از جناب خواجہ نذیر احمد بٹ - صدر مرکز تحقیق بیت، اچھرہ - لاہور -
شائع کردہ: اسلامی مشن، کوٹ لکھپت، لاہور -

اس میں بائیبل ہی سے بہتانوں کی تردید کی گئی ہے - قیمت ۷۰ پیسے کے چار ڈاک ٹکٹ -

غدارِ پاکستان از جناب محمد یوسف لدھیانوی - ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت - حضوری باغ روڈ ملتان -

اس پمفلٹ میں ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام ملنے پر فتنے کا ایک پہلو دکھایا گیا ہے -
قیمت: نامعلوم

پیغام | بادارات مجلس مدیران ۔ دفتر: بزم پیغام ۔ ۱۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور۔
قیمت فی شمارہ ۲/- روپے سالانہ ۲۵/- روپے۔

شمارہ مئی جولائی میرے سامنے ہے۔ بچوں کے لیے مسلم زاویۂ نگاہ سے لٹریچر تیار کرنے کا کام بہت قلیل ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں رسالہ پیغام کا اجرا بڑا مبارک ہے جو بچوں کے لیے کہانیوں، نظموں، لطیفوں، دین، صحت، علم، شائستگی کی باتوں، تصویروں، کارٹونوں اور رنگین سرورقوں کے لیے نہایت اچھی پاکیزہ تفریح کا سامان مہیا کرتا ہے۔

ساتھی | مدیر: صادق جمیل ۔ پتہ: ساتھی پبلی کیشنز، سیما ایونیو، الیف ۱۰۷، گلشن اقبال، بلاک ۱۳۔ کراچی ۴۷۔ قیمت فی شمارہ ۲/- روپے

"پیغام" کا یہ دوسرا ساتھی ہے۔ بچوں کے لیے دلخوش کن مواد پیش کرتا ہے۔ فوقیت یہ کہ پیغام عام سیاہ روشنائی سے چھپا ہے اور ساتھی کا یہ شمارہ (جولائی) سہ رنگ سے چھپا ہے۔ مگر دونوں نیوز پرنٹ کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود دونوں دلچسپ ہیں۔ پیغام اور ساتھی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا لاہور کے ذوق اور کراچی کے ذوق میں۔ یعنی حقیقت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

اخوت و محبت کا قرآنی پیغام | از جناب محمد اکرام قریشی ایم اے ۔ ناشر: احیائے دین لائبریری سیالکوٹ۔

اس مختصر پمفلٹ میں جھگڑے کرنے، اختلافات اٹھانے اور افتراق پیدا کرنے سے بروئے قرآن و حدیث باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قیمت فی درجن ۱/- روپے

اِسلامی انقلاب کا داعیؒ :

دورِ حاضر کا عظیم اِنسان

- جس نے نوجوانوں کو عزم و ارادہ مہیا کیا
- جس نے مسلمانوں کو سمت منزل کی نشان دیا
- جس کا قلم ___ دریا کی روانی
- جس کا علم ___ بحر ذخار
- جس کا جذبہ ___ طوفانوں کا رُخ متعین کرنے والا
- جس کی عزیمت ___ پہاڑوں کی طرح مستحکم

نوجوانوں کے لیے مثال ○ جوانمردوں کے لیے نمونہ ○ بڑھوں کے لیے ہمدمِ دیرینہ

سیّد مودودیؒ

بچپن * جوانی * بڑھاپا

اسعد گیلانی کے تحریکی قلم سے

ضخامت : ۲۵۶ صفحات

ساٸز : ۱۸ × ۲۳ / ۸

قیمت : ۲۰/۔ روپے۔ مجلد ۲۴/۔ روپے

ادارہ ترجمان القرآن
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور